دارالعلوم دیوبند کا ترجمان

ماہنامہ

دار العلوم

شمارہ: ۷	رجب-شعبان ۱۴۳۱ھ مطابق جولائی ۲۰۱۰ء	جلد: ۹۴

مدیر	نگراں
حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند	حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

ترسیل زر کا پتہ: دفتر ماہنامہ دارالعلوم دیوبند-۲۴۷۵۵۴ یوپی

ہندوستان سے فی شمارہ -/۱۵ روپئے، سالانہ -/۱۵۰ روپئے

سعودی عرب، افریقہ، برطانیہ، امریکہ، کناڈا وغیرہ سے سالانہ -/۱۰۰۰ روپئے

بنگلہ دیش سے سالانہ -/۵۰۰ روپئے، پاکستان سے ہندوستانی رقم -/۵۰۰ روپئے

Tel. : 01336-222429 Fax : 01336-222768
Mob. : 09411649303 *(Manager)*
Web : http://www.darululoom-deoband.com
www.darululoom-deoband.com/urdu/magazine
E-mail: info@darululoom-deoband.com

R. N. I. No. 2133/57

DARUL ULOOM Monthly (Urdu) Printed, Published by Maulana Marghubur Rahman,
Owned by Darul Uloom Grush. Published From Deoband, Saharanpur, U.P.
Printed at Darul Uloom Printing Press Deoband, Saharanpur
Editor : Maulana Habibur Rahman Azmi

فہرست مضامین

نمبرشمار	نگارش	نگارش نگار	صفحہ
۱	حرفِ آغاز	حبیب الرحمٰن اعظمی	۳
۲	ختم نبوت کے موضوع پر چہل حدیث	ڈاکٹر محمد سلطان شاہ	٦
۳	نوجوانانِ ملت اہل قرابت ورشتہ داروں کے ایک فرد کی حیثیت سے	محمد عظیم قاسمی فیض آبادی	۱۸
۴	ہندوستانی مسلمانوں کے مابین اتحاد کیسے ممکن ہے	مولانا محمد فیاض قاسمی سمستی پوری	۲۵
۵	لڑکے لڑکیوں کے آزادانہ مخلوط تعلیم کے نقصانات	مولانا محمد اقبال گجرات	۳۵
٦	جنت کا راہی	(مولانا) زبیر احمد صدیقی	۴۵
۷	تبصرہ	...	۵۴

ختم خریداری کی اطلاع

○ یہاں پر اگر سرخ نشان ہے تو اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی مدت خریداری ختم ہوگئی ہے۔

- ہندوستانی خریدار منی آرڈر سے اپنا چندہ دفتر کو روانہ کریں۔
- چونکہ رجسٹری فیس میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اس لیے وی پی میں صرفہ زائد ہوگا۔
- پاکستانی حضرات جناب مولانا شیر محمد صاحب ناظم جامعہ مدنیہ، کریم پارک، راوی روڈ، لاہور کو اپنا چندہ روانہ کریں۔
- ہندوستان و پاکستان کے تمام خریداروں کو خریداری نمبر کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرفِ آغاز

حبیب الرحمٰن اعظمی

مسلمان، مسجد، مدرسہ زبان ولغت کے اعتبار سے الگ الگ تین الفاظ ہیں؛ لیکن تہذیبی ومعاشرتی لحاظ سے ان میں چولی دامن کا ساتھ ہے جنھیں مختلف خانوں میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا ہے؛ کیونکہ مسجد ومدرسہ کے بغیر قوم مسلم کا تصور بے معنی ہے، کیا اس تاریخی حقیقت سے کوئی منصف مزاج انکار کرسکتا ہے کہ مسلمان سرزمین عرب سے نکل کر ارض مسکونہ کے جس خطہ میں وارد ہوئے اسی مسجد ومدرسہ کی علمی وثقافتی سرگرمیوں کے ذریعہ وہاں کا زمین وآسمان بدل دیا، مصر، الجزائر، طرابلس، مراکش، قیروان وغیرہ کے افریقی وحشیوں کو فضل وکمال کی معراج پر پہنچا دیا، ارض اندلس کو تہذیب وتمدن کی وہ تابنا کی عطا کی جس سے ظلمت کدۂ مغرب بھی روشن ہوگیا، شیراز، بغداد، کوفہ وبصرہ کے مدرسوں اور علمی مراکز کی وسیع تر خدمات مہذب ومتمدن دنیا کے لیے آج تک چراغِ راہ کا کام دے رہی ہیں۔ خود ہمارے ملک ہندوستان کا حال بھی اس سے مختلف نہیں ہے، مسلم دور حکومت میں مدرسے ہی حکومت کو نظام ہائے سلطنت کو بروے کار لانے کیلئے رجال فراہم کیا کرتے تھے، خاص طور پر عدلیہ، انتظامیہ وغیرہ شعبوں کی ذمہ داریاں مدارس کے فضلاء ہی پوری کرتے تھے، ایبک کے عہد سے بہادر شاہ ظفر تک کے طویل عرصہ میں ملک میں پھیلے مدرسوں نے زندگی کے ہر شعبہ کو سنوارنے اور ملک کو تہذیب سے آراستہ وپیراستہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے، جس کی تفصیل قرون وسطیٰ کی تاریخی کتابوں اور صوفیاء کے ملفوظات وغیرہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

۱۸۵۷ء میں تحریک آزادی کے ناکام ہوجانے کے بعد جب برطانوی سامراج نے ملک پر اپنا تسلط مستحکم ومضبوط کرلیا تو اس نے اپنے خاص سیاسی اغراض کے تحت یہاں قدیم زمانے سے

جاری تمام سارے نظاموں کو یکسر بدل دیا اور ایشیائی طرز حکومت کی بجائے ملک کے ماحول اور مزاج کے برخلاف یورپی نظام رائج کردیا تو ان مدارس کی ہمہ گیر افادیت برقرار نہ رہی اور بڑی حد تک ان کی خدمات کا دائرہ کچھ خاص شعبوں میں محدود ہوگیا، سامراجی حکومت جسے صحیح طور پر معلوم تھا کہ ہندوستانیوں میں حریت کی روح بیدار کرنے اور ۱۸۵۷ء کی انقلابی تحریک میں مدرسوں سے وابستہ علماء کا قائدانہ رول رہا ہے اسلامی مدرسوں کی جانب سے متفکر تھی اور چاہتی تھی کہ مدارس کے نظام تعلیم وتربیت میں ایسی تبدیلی کردی جائے کہ حب الوطنی حریت فکر اور مذہب سے وابستگی کا جذبہ ان کے اندر سے ختم ہوجائے، اپنے اس نظریہ کی تکمیل کے لیے اس نے اپنی جیسی کوششیں بھی کیں مگر کھل کر مدرسوں کی مخالفت اور ملک وقوم کے لیے انھیں نقصان دہ یا خطرناک اور جدید اصطلاح میں دہشت گرد بتانے کی غلطی سے اپنے آپ کو ہمیشہ بچاتی ہی نہیں رہی بلکہ موقع بموقع اسلامی درسگاہوں کی علمی، ثقافتی اور معاشرتی وسماجی خدمات کا صاف لفظوں میں اعتراف بھی کرتی تھی، سامراجی حکومت کے خاتمہ اور قومی ملکی حکومت کے قیام کے بعد اسلامی مدارس کی ضرورت واہمیت کا اظہار ان کی انسانیت نواز تعلیمات اور حب الوطنی نیز آزادئ ملک کے سلسلے میں ان کی وسیع تر خدمات کی ستائش روشن خیال صحافی اور مؤرخ ہی نہیں حکومت کے اہل کار، انصاف پسند ممبران اسمبلی وپارلیمنٹ اور وزراء اعظم وصدر جمہوریہ تک کرتے رہے ہیں۔

مگر آج کے آزاد بھارت میں جو دستوری جمہوریت اور سیکولرزم کا پابند ہے، آئین وقانون کی رو سے جہاں ہر مذہبی ولسانی اکائیوں کو اپنے مذہبی وتعلیمی ادارے قائم اور انھیں بغیر کسی اور کی مداخلت کے چلانے کا مکمل حق حاصل ہے، ایک خاص فکر وذہن اور سیاسی نقطۂ نظر کے تحت مسلمانوں کے تعلیمی مدرسوں کو سرزمین ہند سے ختم کردینے یا کم از کم ان کی تہذیبی وثقافتی حیثیت کو پامال کردینے کی حکومت گیر پیمانے پر مہم چلائی جارہی ہے اور مغربی سیاست کے ماہر ''میکاؤلی'' کی اس تھیوری کے مطابق کہ ''اپنے دشمن کو مارنے سے پہلے ضروری ہے کہ اسے خوب بدنام کیا جائے'' اعلیٰ انسانی قدروں کو فروغ دینے والے ان مدرسوں کو قومی مجرم بنانے کی ناروا سازشیں رچی جارہی ہیں اور وہ عناصر دہشت گردی جن کا شیوہ اور خونریزی وسفاکی جن کا پیشہ ہے جن کی بربریت اور جارحیت سے ارض وطن کا چپہ چپہ خون آلود ہے، امن وآشتی کے ان گہواروں کو دہشت گردی کا اڈہ بتاتے ہیں۔ کانگریس پارٹی کی زیر قیادت موجودہ حکومت چونکہ اپنے آپ کو سیکولر کہلاتی ہے اور ایک زمانہ میں واقعی اس کا یہ کردار قابل ستائش رہا۔ بہرحال زبانی حد تک ہی

سہی اپنے آپ کو اس نے اس سے وابستہ کر رکھا ہے اس لئے وہ کھل کر ان مدارس پر یہ الزام نہیں عائد کرتی البتہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے کہ چاہے دوسروں کے دباؤ میں سہی وہ مدارس کے دینی و مذہبی کردار سے انہیں محروم کردینے کے لئے مستقل تدبیریں کرتی رہی ہے۔ ملک کی سیکولر سمجھی جانے والی دیگر سیاسی پارٹیوں کی بے سمتی اور بے اثری کو جانتے سمجھتے ہوئے اس بارے میں بروقت ان سے کسی مؤثر اقدام کی توقع گویا شراب سے پیاس بجھانا ہے۔ اس لیے اس اہم ترین مسئلہ میں بس اللہ کا نام لے کر مسلمانوں ہی کو پیش قدمی کرنی ہوگی۔ آگے ہمارے قافلے میں جو بھی شریک ہو، گرم جوشی سے اس کا استقبال کرنا چاہیے۔ ہماری دینی شناخت اور مذہبی تشخص کا مدار بڑی حد تک اسلامی مدارس و معابد پر ہی ہے اس بناء پر وطن عزیز میں مدارس دینیہ اور معابد اسلامیہ کا وجود و بقا ہر مسلمان کی لازمی مذہبی ضرورت ہے؛ لہٰذا ہماری حیات ملی کا تقاضا ہے کہ ہم مسلکی، جماعتی، طبقاتی وغیرہ حد بندیوں سے نکل کر اپنے دستوری حق کے تحفظ کے لیے ازسرنو اپنی صفوں کو ترتیب دیں اور جمہوری و قانونی قدروں کا پاس و لحاظ رکھتے ہوئے مخلصانہ جدوجہد کریں کیونکہ باہمی اتحاد اور سنجیدہ کوششوں کے بغیر اس اہم ترین کام کو انجام نہیں دیا جاسکتا۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کے اولین مرحلہ میں ۱۹۵۵ء کی آل انڈیا دینی تعلیمی کنونشن منعقدہ بمبئی کی طرز پر ملک کی راجدھانی ”دلی“ میں آل انڈیا تحفظ مدارس و معابد کنونشن کی جائے جس میں ہر مسلک اور طبقہ کے عمائدین پوری دلچسپی کے ساتھ شریک ہوں اور اسی موقع پر آئندہ کا لائحہ عمل اور طریق کار متفقہ طور پر طے کرلیا جائے، ملک کے مرکزی مدارس سے وابستہ علماء، اور مسلم تنظیموں نیز سیکولر سیاسی پارٹیوں سے مربوط رہنمایان ملت سے بطور خاص یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اس قسم کے متحدہ اجلاس کے انعقاد میں وہ اپنے تمام تر اثر و رسوخ کو کام میں لائیں گے۔

اپنے آئینی حقوق کے تحفظ کے لیے اگر بروقت سنجیدہ کوشش نہیں کی گئی تو ملت کے شیرازہ کو انتشار سے بچانا شاید بس سے باہر ہوجائے، اس لیے ہوا کے رخ کو محسوس کرنا چاہیے اور طوفان آنے سے پہلے اس سے حفاظت کا بندوبست کرلینا ضروری ہے ہوش مند قوموں کا یہی طریقہ کار رہا ہے۔

❁　❁　❁

ختمِ نبوت کے موضوع پر چہل حدیث

از: ڈاکٹر محمد سلطان شاہ
صدر شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی، لاہور

نوٹ: اس مضمون میں صحاحِ ستہ کی تمام احادیث ''موسوعۃ الحدیث الشریف الکتب السنۃ'' مطبوعہ دارالسلام للنشر التوزیع الریاض، ۲۰۰۰، سے نقل کی گئی ہیں اور احادیث کے نمبر زاس کے مطابق ہیں۔

اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے انسانیت کی راہنمائی کے لئے انبیاء ورسل کو مبعوث فرمایا اور اُن پر وحی نازل فرمائی تاکہ وہ الوہی پیغام پر عمل پیرا ہوکر اپنے امتیوں کے سامنے لائق تقلید نمونہ پیش کرسکیں۔ نبوت ورسالت کا یہ سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا اور حضرت محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء پر اختیام پذیر ہوا۔ خلاّقِ عالمین نے اپنے محبوبِ مکرم ﷺ کو رحمۃ للعالمین کے لقب سے سرفراز فرمایا، جس کا مطلب یہ ہے کہ آپ ہر عالم کے لیے رحمت کبریا ہیں۔ اس کے علاوہ رب کریم نے حضور سیدانام ﷺ پر دین مبین کی تکمیل فرمادی اور وحی جیسی نعمت کو تمام کردیا اور اسلام جیسے عالمگیر (Universal)، ابدی (Eternal) اور متحرک (Dynamic) دین کو رہتی دُنیا تک کے لئے اپنا پسندیدہ دین قرار دے دیا۔ قرآن مجید میں حضور اکرم، نبی معظم، رسول مکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے کا اعلان اس آیت مبارکہ میں کیا گیا:

مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ، وَکَانَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا. (سورۃ الاحزاب:۳۳-۴۰)

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں، ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے، اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ (بریلوی، احمد رضا خان، کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن، لاہور: ضیاء القرآن پبلی کیشنز، ص:۵۰۹)

یہ نص قطعی ہے ختم نبوت کے اس اعلان خداوندی کے بعد کسی شخص کو قصرِ نبوت میں نقب زنی کی سعی لاحاصل نہیں کرنی چاہیے۔ اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں مہبطِ وحی ﷺ کے بہت سے

ارشادات کتب احادیث میں ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ یہاں ایسی احادیث پر مبنی اربعین پیش کی جارہی ہے تاکہ منکرین ختم نبوت پر حق واضح ہوسکے اور یہ عمل اس حقیر پرتقصیر کے لئے نجاتِ اُخروی کا باعث ہو، کیونکہ محدثین کرام نے اربعین کی فضیلت میں روایات نقل فرمائی ہیں۔ حافظ ابی نعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی المتوفی ۴۳۰ھ نے حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی یہ روایت درج کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

من حفظ علی أُمتی أربعین حدیثا ینفعهم الله عز وجل بها، قیل له: أدخل من أی أبواب الجنة شئت.

جس شخص نے میری اُمت کو ایسی چالیس احادیث پہنچائیں جس سے اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کو نفع دیا تو اُس سے کہا جائے گا جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہوجاؤ۔ (الاصفہانی، ابی نعیم احمد بن عبداللہ، حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء، مصر: مکتبہ الخانجی بشارع عبدالعزیز ومطبعۃ السعادہ بجوار محافظہ، ۱۳۵۱ھ/۱۹۳۲ء)۔۴:۱۸۹

۱- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

مَثَلِیْ وَمَثَلُ الْاَنْبِیَآءِ مِنْ قَبْلِیْ کَمَثَلِ رَجُلٍ بَنٰی بَیْتًا فَاَحْسَنَهٗ وَاَجْمَلَهٗ اِلَّا مَوْضِعَ لَبِنَةٍ مِنْ زَاوِیَةٍ فَجَعَلَ النَّاسُ یَطُوْفُوْنَ وَیَعْجَبُوْنَ لَهٗ وَیَقُوْلُوْنَ، هَلَّا وُضِعَتْ هٰذِهِ اللَّبِنَةُ؟ قَالَ فَاَنَا اللَّبِنَةُ، وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِیّٖنَ.

میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص نے ایک گھر بنایا، اس کو بہت عمدہ اور آراستہ پیراستہ بنایا مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی، پس لوگ جوق درجوق آتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں یہ اینٹ کیوں نہیں لگادی گئی۔ آپ نے فرمایا: وہ اینٹ میں ہوں اور میں انبیاء کرام کا خاتم ہوں۔ اسی مفہوم کی ایک اور حدیث مبارکہ حضرت جابر بن عبداللہؓ نے بھی روایت کی ہے۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب خاتم النّبیین ﷺ، حدیث: ۳۵۳۴، ۳۵۳۵)

۲- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ وَنَحْنُ الْاَوَّلُوْنَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ، وَنَحْنُ اَوَّلُ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّةَ، بیدأ اَنَّهُمْ اُوْتُوا الْکِتٰبَ مِنْ قَبْلِنَا وَاُوْتِیْنَاهُ مِنْ بَعْدِهِمْ.

ہم سب آخر والے روزِ قیامت سب سے مقدم ہوں گے اور ہم سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ حالانکہ (پہلے والوں) کو کتاب ہم سے پہلے دی گئی اور ہمیں ان سب کے بعد۔

(صحیح مسلم، کتاب الجمعہ، باب ہدایۃ ہذہ الامۃ لیوم الجمعۃ، حدیث: ۱۹۷۸، ۱۹۷۹، ۱۹۸۰، ۱۹۸۱، ۱۹۸۲)

۳-حضرت ابوحازم فرماتے ہیں کہ میں پانچ سال تک حضرت ابوہریرہؓ کے ساتھ رہا۔ میں نے خودسنا کہ وہ یہ حدیث بیان فرماتے تھے کہ نبی مکرم رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ وَاِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ، وَسَيَكُوْنُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُوْنَ، قَالُوْا: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ قَالَ: فُوْا بِبَيْعَةِ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ، أَعْطُوْهُمْ حَقَّهُمْ، فَاِنَّ اللّٰهَ سَائِلُهُمْ عَمَّا اسْتَرْعَاهُمْ.

بنی اسرائیل کی سیاست خود ان کے انبیاء کرام کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہوجاتی تھی تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے نبی کو ان کا خلیفہ بنادیتا تھا لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں، البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا، اُن کے متعلق آپ کیا حکم دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہر ایک کے بعد دوسرے کی بیعت پوری کرو اور ان کے حق اطاعت کو پورا کرو، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی رعیت کے متعلق اُن سے سوال کرے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ذکر عن بنی اسرائیل، حدیث: ۳۴۵۵)

۴-حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی کو ملاکر اشارہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

بُعِثْتُ أَنَا وَالسَّاعَةُ كَهَاتَيْنِ.

میں اور قیامت اس طرح ملے ہوئے بھیجے گئے ہیں جس طرح یہ دونوں انگلیاں ملی ہوئی ہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ والنازعات، حدیث: ۴۹۳۶، کتاب الطلاق، باب اللعان، حدیث: ۵۳۰۱، کتاب الرقاق، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت انا والساعۃ کہاتین، حدیث: ۶۵۰۳، ۶۵۰۴، ۶۵۰۵)

۵-امام مسلم نے تین اسناد سے یہ حدیث بیان کی ہے:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلّى الله عليه وسلم، وَفِيْ حَدِيْثِ عُقَيْلٍ: قَالَ: قُلْتُ لِلزُّهْرِيْ: وَمَا الْعَاقِبُ؟ قَالَ: الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَه نَبِيٌّ.

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، عقیل کی روایت میں ہے زہری نے بیان کیا عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم، حدیث: ۶۱۰۷)

۶-حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ رسولِ معظم، نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

اِنَّ لِيْ أَسْمَاءً، اَنَا مُحَمَّدٌ، وَأَنَا أَحْمَدُ، وَاَنَا الْمَاحِي يَمْحُو اللّٰهُ بِيَ الْكُفْرَ، وَاَنَا الْعَاشِرُ الَّذِيْ يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمَيَّ، وَأَنَا الْعَاقِبُ الَّذِيْ لَيْسَ بَعْدَه اَحَدٌ.

بے شک میرے کئی اسماء ہیں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ

میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا اور میں حاشر ہوں لوگوں کا حشر میرے قدموں میں ہوگا، اور میں عاقب ہوں اور عاقب وہ شخص ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائه ﷺ، حدیث:۶۱۰۶)

۷- حضرت محمد بن جبیر اپنے والد گرامی حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِیُ خَمسَةُ أَسمَآءِ اَنَا مُحَمَّدٌ، وَاَحمَدُ، وَأَنَا الُمَاحِی الَّذِیُ یَمُحُوا اللّٰه بِیَ الُکُفرَ، وَأنَا الُحَاشِرُ الَّذِیُ یُحشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیُ، وَأَنَا الُعَاقِبُ.

میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں، اور میں احمد ہوں اور ماحی ہوں یعنی اللہ تعالیٰ میرے ذریعے کفر کو مٹائے گا۔ میں حاشر ہوں یعنی لوگ میرے بعد حشر کئے جائیں گے اور میں عاقب ہوں۔ یعنی میرے بعد دُنیا میں کوئی نیا پیغمبر نہیں آئے گا۔ (صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ ﷺ حدیث:۳۵۳۲، صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب من بعد اسمہٗ احمد، حدیث:۴۸۹۶)

۸- امام مسلم نے ثقہ راویوں کے توسط سے حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ سے یہ روایت نقل کی ہے:

کَانَ رَسُوُلُ اللّٰهِ ﷺ یُسَمِّی لَنَا نَفُسه أَسُمَاءً، فَقَالَ أَنَا مُحَمَّدٌ، وأَحُمَدُ، وَالُمُقفِّی، وَالُحَاشِرُ، وَنَبِیُّ التَّوُبَةِ، وَنَبِیُّ الرَّحُمَةِ.

رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے اپنے کئی نام بیان کئے، آپ نے فرمایا: میں محمد ہوں اور احمد ہوں اور مقفی اور حاشر ہوں اور نبی التوبۃ اور نبی الرحمۃ ہوں۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائه ﷺ، حدیث:۶۱۰۸)

۹- حضرت جبیر بن مطعمؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:

اَنَا مُحَمَّدٌ، وَاَحُمَدُ، وَأَنَا الُمَاحِی الَّذِیُ یُمُحی بِیَ الُکُفُرُ، وَأَنَا الُحَاشِرُ الَّذِیُ یُحُشَرُ النَّاسُ عَلی عَقِبِیُ، وَأَنَا الُعَاقِبُ، وَالُعَاقِبُ الَّذِیُ لَیُسَ بَعُدَه نَبِیٌّ.

میں محمد ہوں اور میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں میری وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹادے گا، میں حاشر ہوں لوگوں کا میرے قدموں میں حشر کیا جائے گا، اور میں عاقب ہوں، اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اسمائه ﷺ، حدیث:۶۱۰۵)

۱۰- حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

کَیُفَ أَنُتُم اِذَا نَزَلَ ابُنُ مَرُیَمَ فِیُکُمُ وَاِمَامُکُمُ مِنُکُمُ.

اس وقت تمہاری کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا اور امام تم میں سے کوئی شخص

ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان نزول عیسیٰ بن مریم حاکما بشریعۃ نبینا محمد ﷺ، حدیث: ۳۹۲)

۱۱- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

لَاتَقُوْمَ السَّاعَةُ حَتّٰى يَقْتَتِلَ فِئَتَان فَيَكُوْنَ بَيْنَهُمَا مَقْتَلَةٌ عَظِيْمَةٌ، دَعْوَاهُمَا وَاحِدَةٌ، وَلَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يُبْعَثَ دَجَّالُوْنَ كَذَّابُوْنَ قَرِيْبًا مِنْ ثَلَاثِيْنَ، كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰه.

قیامت اُس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دو گروہ آپس میں نہ لڑیں، دونوں میں بڑی جنگ ہوگی اور دونوں کا دعویٰ ایک ہوگا اور قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کے قریب جھوٹے دجال ظاہر نہ ہولیں۔ ہر ایک یہ کہے گا میں اللہ کا رسول ہوں۔ (صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، حدیث: ۳۵۷۱)

۱۲- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور خیر الانام ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے:

لَمْ يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ اِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ قَالُوْا، وَمَا الْمُبَشِّرَاتُ قَالَ: الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ.

نبوت میں سے (میری وفات کے بعد) کچھ باقی نہ رہے گا مگر خوش خبریاں رہ جائیں گی۔ لوگوں نے عرض کیا خوشخبریاں کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اچھے خواب۔ (صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب المبشرات، حدیث: ۶۹۹۰)

۱۳- حضرت ابواُمامہ الباہلیؓ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ حضور ختمی المرتبت ﷺ نے ایک خطبہ میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

أَنَا اٰخِرُ الْأَنْبِيَاءِ، وَأَنْتُمْ اٰخِرُ الْأُمَمِ.

میں آخری نبی ہوں اور تم آخری اُمت ہو۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب الفتن، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ ابن مریم وخروج یاجوج وماجوج، حدیث: ۴۰۷۷، المستدرک للحاکم حدیث: ۸۶۲۱)

۱۴- حضرت عرباض بن ساریہؓ سے روایت ہے کہ حضور خیر الانام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ.

بیشک میں اللہ کا بندہ ہوں اور انبیاء کرام کا خاتم ہوں۔ (المستدرک للحاکم، تفسیر سورۃ الاحزاب، حدیث: ۳۵۶۶، جلد: ۷، ص: ۴۵۳۔ مسند احمد، حدیث عرباض بن ساریہ، جلد ۴، ص: ۱۲۷)

۱۵- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا:

نَحْنُ الْآخِرُوْنَ مِنْ أَهْلِ الدُّنْيَا، وَالْأَوَّلُوْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، الْمُقْضِيُّ لَهُمْ قَبْلَ الْخَلَائِقِ.

ہم (امت محمدیہ ﷺ) اہل دنیا میں سے سب سے آخر میں آئے ہیں اور روزِ قیامت کے وہ اولین ہیں جن کا تمام مخلوقات سے پہلے حساب کتاب ہوگا۔ (صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب ہدایۃ ہذہ الأمۃ

لیوم الجمعة، حدیث:۱۹۸۲)

۱۶- حضرت ضحاک بن نوفلؓ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ وَلَا أُمَّةَ بَعْدَ أُمَّتِيْ.

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری اُمت کے بعد کوئی امت نہیں ہوگی۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، عن ضحاک بن رمل الجہنی، حدیث:۸۱۴۶، ج:۸، ص:۳۰۳)

۱۷- حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور ختمی المرتبت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

كُنْتُ أَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَآخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ.

میں خلقت کے اعتبار سے انبیاء کرام میں پہلا ہوں اور بعثت کے اعتبار سے آخری ہوں۔

(الفردوس بمأ ثور الخطاب للدیلمی، حدیث:۴۸۵۰، ۳:۲۸۲، حدیث:۱۹۰، ۷:۴:۴۱۱)

۱۸- حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں درود شریف کے یہ الفاظ سکھائے:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَاتَكَ وَرَحْمَتَكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ إِمَامِ الْخَيْرِ، (وَقَائِدِ) الْخَيْرِ، وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَحْمُوْدًا يَغْبِطُهٗ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ (اسکے بعد پورا درود ابراہیمی ہے)

الٰہی اپنا درود و رحمت اور برکات رسولوں کے سردار، متقیوں کے امام اور نبیوں کے خاتم محمد پر نازل فرما جو تیرے بندے اور رسول اور امام الخیر اور (قائد) الخیر اور رسول رحمت ہیں۔ الٰہی آپ ﷺ کو اس مقام محمود پر فائز فرما جس پر اولین و آخرین رشک کرتے ہیں۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب اقامة الصلوٰة والسنة فیہا، باب ماجاء فی التشہد، حدیث:۹۰۶)

۱۹- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

لَمَّا مَاتَ إِبْرَاهِيْمُ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَقَالَ: إِنَّ لَهٗ مُرْضِعًا فِي الْجَنَّةِ. وَلَوْ عَاشَ لَكَانَ صِدِّيْقًا نَبِيًّا.

جب اللہ کے پیغمبر ﷺ کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کے لئے جنت میں ایک دودھ پلانے والی (کا انتظام) ہے۔ اگر وہ زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا۔

(سنن ابن ماجہ، ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فی الصلاة علی ابن رسول اللہ ﷺ وذکر وفاتہ، حدیث:۱۵۱۱)

۲۰- امام ابن ماجہ سے مروی روایت میں حضرت ابراہیمؓ کے بارے میں ہے:

مَاتَ وَهُوَ صَغِيْرٌ. وَلَوْ قُضِيَ أَنْ يَكُوْنَ بَعْدَ مُحَمَّدٍ ﷺ نَبِيٌّ لَعَاشَ ابْنُهٗ، وَلٰكِنْ لَا

نَبِیَّ بَعْدَهُ.

ابراہیمؓ کا انتقال ہوا جب وہ چھوٹے تھے۔ اگر فیصلہ (تقدیر) یہ ہوتا کہ حضرت محمد ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتو ان کا صاحبزادہ زندہ رہتا۔ لیکن آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب ماجاء فی الجنائز، باب ماجاء فی الصلاۃ علی ابن رسول اللہ ﷺ وذکر وفاتہ، حدیث: ۱۵۱۰)

۲۱- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

اَیُّهَا النَّاسُ اِنَّهٗ لَمْ یَبْقَ مِنْ مُبَشِّرَاتِ النُّبُوَّةِ اِلَّا الرُّؤْیَا الصَّالِحَةُ. یَرَاهَا الْمُسْلِمُ اَوْ تُرٰی لَهٗ.

اے لوگو علاماتِ نبوت میں سے صرف رویائے صالحہ (سچا خواب) ہی باقی ہے جو مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لئے کوئی دیکھتا ہے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب تعبیر الرؤیا، حدیث: ۳۸۹۹، صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ، باب النہی عن قرأۃ القرآن فی الرکوع والسجود، حدیث: ۱۰۷۴)

۲۲- حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت ہے:

خَلَّفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ، فِیْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ، فَقَالَ: یَارَسُوْلَ اللّٰهِ! تَخَلِّفُنِیْ فِی النِّسَآءِ وَالصِّبْیَانِ؟ فَقَالَ: اَمَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هٰرُوْنَ مِنْ مُوْسٰی؟ غَیْرَ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ.

نبی کریم ﷺ نے غزوۂ تبوک میں حضرت علی بن ابی طالبؓ کو ساتھ نہیں لیا بلکہ گھر پر چھوڑ دیا تو انھوں نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ آپ نے مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ چھوڑ دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے ہارون، موسیٰ کے ساتھ لیکن میرے بعد نبوت نہیں۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالبؓ، حدیث: ۶۲۱۸-۶۲۲۱)

۲۳- ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ حضور خاتم الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا:

قَدْ کَانَ یَکُوْنُ فِی الْاُمَمِ قَبْلَکُمْ، مَحَدَّثُوْنَ، فَاِنْ یَکُنْ فِیْ اُمَّتِیْ مِنْهُمْ اَحَدٌ فَاِنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ مِنْهُمْ، قَالَ: ابْنُ وَهْبٍ: تَفْسِیْرُ مُحَدَّثُوْنَ، مُلْهَمُوْنَ.

تم سے پہلے پچھلی اُمتوں میں محدث تھے۔ اگر اس امت میں کوئی محدث ہوگا تو وہ عمر بن الخطاب ہیں۔ ابن وہب نے کہا محدث اس شخص کو کہتے ہیں جس پر الہام کیا جاتا ہو۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ۔ باب من فضائل عمرؓ، حدیث: ۶۲۰۴)

۲۴- حضرت عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

لَوْ کَانَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ لَکَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ.

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے۔ (جامع ترمذی، ابواب المناقب، باب قولہ ﷺ: ''لوکان نبی بعدی لکان عمر'' حدیث: ۳۸۸۶)

۲۵- حضرت ام کرز الکعبیہؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے حضور ختمی المرتبت ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

ذَهَبَت النُّبُوَّةُ وَبَقِيَتِ الْمُبَشِّرَاتُ.

نبوت ختم ہوگئی، صرف مبشرات باقی رہ گئے۔ (سنن ابن ماجہ، ابواب تعبیر الرؤیا، حدیث: ۳۸۹۶)

۲۶- حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

فَاِنِّیْ آخِرُ الْاَنْبِیَاءِ، وَاِنَّ مَسْجِدِیْ آخِرُ الْمَسَاجِدِ.

بے شک میں آخرالانبیاء ہوں، اور میری مسجد آخرالمساجد ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الحج، باب فضل الصلوٰۃ بمسجدی مکۃ والمدینۃ، حدیث: ۳۳۷۶)

۲۷- حضرت نعیم بن مسعودؓ راوی ہیں کہ حضور خاتم النّبیین ﷺ نے اپنے بعد نبوت کا جھوٹا دعویٰ کرنے والوں کی اطلاع ان الفاظ میں دی:

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰى يَخْرُجَ ثَلَاثُوْنَ كَذَّابًا كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِيٌّ.

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تیس کذاب ظاہر نہ ہوجائیں جن میں سے ہر ایک کا دعویٰ یہ ہو کہ وہ نبی ہے۔ (ابن ابی شیبہ فی مصنفہ، حدیث: ۳۷۵۶۵، ۵۰۳/۷)

۲۸- حضرت ابوذرؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور سیدانام ﷺ نے اُن سے مخاطب ہوکر کہا:

يَا اَبَا ذَرٍ اَوَّلُ الْاَنْبِيَاءِ آدَمُ وَآخِرُهٗ مُحَمَّدٌ.

اے ابوذر! انبیاءِ کرام میں سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری حضرت محمد ﷺ ہیں۔ (الفردوس بمأثور الخطاب للدیلمی، عن ابوذر، حدیث: ۳۹/۱:۸۵)

۲۹- حضرت مصعب بن سعد اپنے والد حضرت سعدؓ سے روایت کرتے ہیں:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ خَرَجَ اِلٰى تَبُوْكَ وَاسْتَخْلَفَ عَلِيًّا فَقَالَ: اَتُخَلِّفُنِیْ فِی الصِّبْيَانِ وَالنِّسَاءِ؟ قَالَ: اَلَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَيْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ.

رسول اللہ ﷺ تبوک کی جانب روانہ ہوئے اور حضرت علیؓ کو اپنی جگہ چھوڑا تو انھوں نے عرض کیا: کیا آپ ﷺ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جارہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ تجھے مجھ سے وہی مناسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۂ تبوک، حدیث: ۴۴۱۶)

۳۰- حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور سید انام ﷺ نے ارشاد فرمایا:

فُضِّلَتُ عَلَی الأَنبِیَآءِ بِسِتٍّ اُعطِیتُ جَوَامِعَ الکَلِمِ وَنُصِرتُ بِالرُّعبِ، وَاُحِلَّتَ لِیَ المَغَانِمُ، وَجُعِلَتَ لِیَ الأَرضُ طَهُورًا وَمَسجِدًا، وَاُرسِلتُ اِلَی الخَلقِ کَافَّةً، وَخُتِمَ بِیَ النَّبِیُّونَ.

مجھے تمام انبیاء کرام پر چھ باتوں میں فضیلت دی گئی اوّل یہ کہ مجھے جوامع الکلم دیئے گئے اور دوسرے یہ کہ رُعب سے میری مدد کی گئی۔ تیسرے میرے لئے غنیمت کا مال حلال کردیا گیا۔ چوتھے میرے لئے تمام زمین پاک اور نماز پڑھنے کی جگہ بنادی گئی۔ پانچویں میں تمام مخلوق کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ چھٹے یہ کہ مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کردیا گیا۔ (صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب المساجد وموضع الصلاۃ، حدیث:۱۱۶۷)

۳۱- حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ بَنِی اِسرَائِیلَ کَانَت تَسُوسُهُم اَنبِیَاءُهُم کُلَّمَا ذَهَبَ نَبِیٌّ خَلَفَهٗ نَبِیٌّ وَّ اِنَّهٗ لَیسَ کَائِنًا فِیکُم نَبِیٌّ بَعدِی.

بنی اسرائیل کا نظام حکومت ان کے انبیاء کرام چلاتے تھے جب بھی ایک نبی رخصت ہوتا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آجاتا اور بے شک میرے بعد تم میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (ابوبکر عبداللہ بن محمد ابی شیبہ، امام، المصنف، جلد۱۵، ص:۵۸۔ کراچی: ادارۃ القرآن ۱۴۰۶ھ)

۳۲- حضرت سعدؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا:

أَمَا تَرضٰی أَن تَکُونَ مِنِّی بِمَنزِلَةِ هَارُونَ مِن مُوسٰی غَیرَ اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعدِی.

کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لیے ہارون تھے۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالبؓ، حدیث:۶۲۱۸)

۳۳- حضرت جابر بن سمرہؓ کی روایت کردہ حدیث میں ہے:

وَرَأَیتُ الخَاتَمَ عِندَ کَتِفِهٖ مِثلَ بَیضَةِ الحَمَامَةِ یُشبِهُ جَسَدَهٗ.

اور میں نے آپ ﷺ کے کندھے کے پاس کبوتر کے انڈے کے برابر مہر نبوت دیکھی جس کا رنگ جسم کے رنگ کے مشابہ تھا۔ (صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی اثبات خاتم النبوۃ، حدیث:۶۰۸۴)

۳۴- حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ بَینَا اَنَا نَائِمٌ اُتِیتُ خَزَآئِنَ الأَرضِ فَوُضِعَ فِی یَدَیَّ اُسوَارَانِ مِن ذَهَبٍ فَکَبُرَا عَلَیَّ وَأَهَمَّانِی فَأُوحِیَ اِلَیَّ أَنِ انفُخهُمَا فَنَفَختُهُمَا فَذَهَبَا فَأَوَّلتُهُمَا

اُلْكَذَّابِيْنَ الَّذِيْنَ أَنَا بَيْنَهُمَا صَاحِبَ صَنْعَآءِ وَصَاحِبُ الْيَمَامَةِ.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں سویا ہوا تھا، میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے اور میرے ہاتھوں میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے جو مجھے بہت بھاری لگے اور میں ان سے متفکر ہوا، پھر مجھے وحی کی گئی کہ میں ان کو پھونک مار کر اُڑا دوں۔ میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے۔ میں نے اس خواب کی یہ تعبیر لی کہ میں دو کذابوں کے درمیان ہوں۔ ایک صاحب صنعاء ہے اور دوسرا صاحب یمامہ۔ (صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، حدیث: ۵۹۳۶)

۳۵- حضرت ابن عباسؓ سے مروی ایک حدیث مبارکہ کے آخر میں ہے:

فَأَوَّلْتُهُمَا كَذَّابَيْنِ يَخْرُجَانِ مِنْ بَعْدِيْ فَكَانَ اَحَدُهُمَا الْعَنَسِيَّ صَاحِبَ صَنْعَآءَ وَالآخَرُ مُسَيْلِمَةَ صَاحِبُ الْيَمَامَةِ.

میں نے اس کی یہ تعبیر لی کہ میرے بعد دو جھوٹے شخصوں کا ظہور ہوگا۔ ایک ان میں سے صنعاء کا رہنے والا عنسی ہے دوسرا یمامہ کا رہنے والا مسیلمہ ہے۔ (صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، حدیث: ۵۸۱۸-۴-۲۲۷۴)

۳۶- حضرت وہب بن منبہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک طویل حدیث کے ذیل میں روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت نوحؑ کی امت کہے گی:

وَأَنّٰى عَلِمْتَ هٰذَا يَا أَحْمَدُ وَأَنْتَ وَأُمَّتُكَ آخِرُ الْأُمَمِ.

اے احمد! آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ حالانکہ آپ ﷺ اور آپ کی اُمت اُمتوں میں آخری ہیں۔ (المستدرک للحاکم، باب ذکر نوح النبی، حدیث: ۴۰۱۷-۲، ۵۹۷)

۳۷- حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کے متعلق فرمایا:

أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ.

تم میرے لیے ایسے ہو جیسے موسیٰؑ کیلئے ہارونؑ تھے۔ سنو بلاشبہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس روایت کی بابت راوی کے استفسار پر حضرت سعد نے فرمایا: ''میں نے اس حدیث کو خود سُنا ہے۔'' انھوں نے اپنی دونوں انگلیاں کانوں پر رکھیں اور کہا اگر میں نے خود نہ سُنا ہو تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ (صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل علی بن ابی طالبؓ، حدیث: ۶۰۹۵)

۳۸- حضرت علی المرتضیٰؓ کی روایت کردہ ایک طویل حدیث مبارکہ میں ہے:

بَيْنَ كَتِفَيْهِ خَاتَمُ النُّبُوَّةِ وَهُوَ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ.

حضور اکرم ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہے اور آپ ﷺ آخری نبی ہیں۔

(جامع الترمذی، ابواب المناقب، باب وصف آخر من علیؓ، حدیث: ۳۶۳۸)

۳۹- حضرت عامر اپنے والد حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

أَنتَ مِنِّی بِمَنزِلَةِ هَارُونَ مِنْ مُوسٰی، اِلَّا اَنَّهٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ.

تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے ہارون موسیٰ کے ساتھ تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل علی بن أبی طالبؓ، حدیث: ۶۲۱۷۔ سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ ﷺ فضل علی بن أبی طالبؓ، حدیث: ۱۲۱)

۴۰- علامہ علاء الدین علی المتقی نے ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال'' میں حضور اکرم ﷺ کا یہ قول رقم کیا ہے:

لا نبی بعدی ولا أمة بعدکم، فاعبدوا ربکم، أقیموا خمسکم وصوموا شهرکم، وأطیعوا ولاة أمرکم، أدخلوا جنة ربکم.

میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اُمت، پس تم اپنے رب کی عبادت کرو اور پنج گانہ نماز قائم کرو اور اپنے پورے مہینے کے روزے رکھو اور اپنے اولوالامر کی اطاعت کرو، (پس) اپنے رب کی جنت میں داخل ہوجاؤ۔ (علی المتقی الهندی کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث: ۴۳۶۳۸، بیروت: موسوعة الرسالة، ۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء ج: ۱۵، ص: ۹۴۷)

۴۱- علاء الدین علی المتقی نے ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال'' میں یہ حدیث نقل کی ہے:

لا نبوة بعدی الا المبشرات، الریا الصالحة. (ایضاً، حدیث ۴۱۴۲۲، ج: ۱۵، ص: ۳۷۰)

۴۲- علامہ علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الهندیؒ نے ''کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال'' میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے:

یا ایها الناس! انه لا نبی بعدی ولا امة بعدکم، الا! فاعبدوا ربکم وصلوا خمسکم، وصوموا شهرکم، وصلوا ارحامکم، وادوا زکاة اموالکم طیبة بها انفسکم، واطیعوا ولاة امرکم، تدخلوا جنة ربکم.

اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں اور نہ ہی تمہارے بعد کوئی اُمت ہے۔ سنو! اپنے رب کی عبادت کرو اور پنجگانہ نماز پڑھو اور اپنے مہینے (رمضان) کے روزے رکھو اور اپنی رشتہ داریاں جوڑو اور اپنے اموال کی زکوٰۃ خوشدلی سے ادا کرو اور اپنے اولوالامر کی اطاعت کرو، تم جنت میں داخل ہوجاؤ گے۔ (علی المتقی الهندی کنزل العمال فی سنن الاقوال والافعال، حدیث: ۴۳۶۳۷، بیروت: موسوعة

الرسالة،۱۴۰۵ھ/ ۱۹۸۵ء ،ج:۱۵،ص:۹۴۷)

۴۳- حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے امام احمد بن حنبل نے یہ حدیث مبارکہ نقل کی ہے کہ جب غزوہ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تو انھوں نے عرض کیا:

یا رسول اللّٰه، اتخلفنی فی الخالفة، فی النساء والصبیان؟ فقال: اما ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسیٰ؟ قال: بلی یا رسول اللّٰه، قال: فادبر علی مسرعا کانی انظر إلی غبار قدمیه یسطع، وقد قال حماد: فرجع علی مسرعا.

یارسول اللہ! کیا آپ مجھے پیچھے رہ جانے والوں میں (یعنی) عورتوں اور بچوں میں جانشین بنا رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تو اس بات سے خوش نہیں کہ تجھے مجھ سے وہی نسبت ہو جو ہارونؑ کی موسیٰؑ سے تھی؟ عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں؟ اُس (راوی) نے کہا: پس علیؓ تیزی سے مُڑے تو میں نے گویا ان کے قدموں کا غبار اُڑتے دیکھا اور حماد نے کہا: پس علی تیزی سے مُڑے۔ (المسند للامام احمد بن حنبل، حدیث: ۱۴۹۰، احمد محمد شاکر (شرحہ وضع فہارسہ) مصر: دارالمعارف، ۱۳۷۴ھ/ ۱۹۵۵ء ،ج:۳،ص:۵۰)

۴۴- امام بیہقی نے السنن الکبریٰ میں، امام طحاوی نے مشکل الآثار میں، علامہ جلال الدین سیوطی نے الدرالمنثور میں، علامہ علی المتقی الہندی نے کنزالعمال میں، امام ہیثمی نے مجمع الزوائد میں حضور ختمی المرتبت ﷺ کا یہ ارشاد گرامی نقل کیا ہے:

لا نبی بعدی ولا أمة بعدك. میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں۔

(زغلول، ابوطاہر محمد السعید بن بسیونی، موسوعة اطراف الحدیث النبوی الشریف، بیروت: دارالفکر، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء ، ج:۷،ص:۲۸)

❁ ❁ ❁

نوجوانانِ ملت اہل قرابت ورشتہ داروں کے ایک فرد کی حیثیت سے

از: محمد عظیم قاسمی فیض آبادی

قرآن کریم نے سورۂ بنی اسرائیل کی جس آیت میں والدین کے حقوق ان کی خدمات اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم وتاکید کی ہے وہیں "وات ذا القربی" فرما کر دیگر اہل قرابت ورشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک، صلہ رحمی اوران کے حقوق کی رعایت کی بھی تاکید فرمائی ہے۔ نوجوانوں کے گھر خاندان میں بھائیوں، بہنوں اور دیگر افرادِ خاندان کے ساتھ اچھے اخلاق وکردار اور آپسی تعلقات میں صلہ رحمی وغیرہ کو بڑی خاص اہمیت دی ہے، انسان کے اپنے گھریلو وخاندانی وقرابتی رشتہ کو حکمت کی اصطلاح میں "تدبیر منزل" کے عنوان سے جانا جاتا ہے۔

تدبیر منزل کے تعلق سے نبی کریم ﷺ کی تعلیمات اتنی زیادہ اوراتنی واضح وروشن ہیں جن کے کسی شعبہ کا کوئی حصہ اورکوئی بھی پہلو محتاج بیان نہیں رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات وہدایات آپ کی سیرت وسنت، آپ کا طورطریق آپ کی چال ڈھال اورآپ کا اخلاق وکردار سب انسان کو نیکی، خوش خلقی، ہمدردی وغمگساری، باہمی اخوت ومحبت، امدادواعانت، نرمی وچشم پوشی، عفودرگذر، حلم وبردباری اورآپسی حقوق کی ادائیگی کا جو بے مثال سبق دیتا ہے وہ دنیا کے کسی اوردھرم ومذہب کے اندر ملنے والا نہیں۔

حق قرابت اور صلہ رحمی کے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وسلَّم اَلرَّحِمُ شُجْنَۃٌ مِنَ الرَّحْمانِ قَالَ اللّٰہُ تعالیٰ مَنْ وَصَلَکَ وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَکَ قَطَعْتُہٗ. حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رحم (یعنی حق قرابت) رحمان سے مشتق ہے (یعنی خداوند رحمان کی رحمت کا ایک حصہ ہے اور اس نسبت سے) اللہ تعالیٰ نے اس (رحم) سے فرمایا کہ جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا (یعنی قطع تعلق کرے گا) میں (بھی) اس کو توڑوں گا۔

مطلب یہ ہے کہ انسان کی باہمی قرابت ورشتہ داری کے تعلق ولگاؤ کو اللہ تعالیٰ کے مقدس نام ''رحمٰن'' سے اور اس کی صفت رحمت سے خاص نسبت ہے اور وہی اس کا مصدر ومنبع ہے، اسی وجہ سے اس کا نام ''رحم'' مقرر ومتعین کیا گیا ہے اور اسی خصوصی نسبت کی وجہ سے اللہ کے نزدیک اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ رب العزت کا یہ فیصلہ ہے کہ جو صلہ رحمی کرے گا یعنی رشتہ داروں کے حقوق ادا کرے گا اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے گا اس کو اللہ تعالیٰ اپنے سے جوڑے اور وابستہ کرے گا یعنی اس کو اپنا بنالے گا کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ اپنا بنالے، اور اس کے برخلاف جو کوئی قطع رحمی کا رویہ اپنائے گا اور اہل قرابت سے بے تعلقی اور دوری اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سے الگ اور بے تعلق کردے گا۔ اتنا بدنصیب ہے وہ جس سے اللہ تعالیٰ بے زاری کا اعلان کرے۔

اس حدیث پر غور کرنے کے بعد انسان کے لئے یہ اندازہ کرنا کچھ مشکل نہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ہدایت وتعلیم میں صلہ رحمی یعنی رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کی کتنی اہمیت ہے اور اس میں کوتاہی کتنا سنگین جرم اور کتنی بڑی محرومی رحمٰن اور اس کی رحمت وعنایت سے دوری ہے۔

عن عبدِ الرحمٰنِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ سمعتُ رَسولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہِ وَسلَّمَ یَقُولُ قَالَ تبَارَکَ وَتَعالٰی اَنَا اللّٰہُ وَاَنَا الرَّحمانُ خَلقتُ الرَّحِمَ وَشَقَقتُ لَھَا مِنْ اِسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَھَا وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَ بَتَّتُّہٗ (ابوداؤد)

حضرت عبدالرحمان بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اللہ ہوں، میں رحمٰن ہوں، میں نے ''رحم'' یعنی (رشتہ وقرابت) کو پیدا کیا ہے اور اپنے نام رحمٰن کے مادّہ سے نکال کر اس کو ''رحم'' نام دیا ہے۔ لہٰذا جو اسے جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں (بھی) اس کو توڑوں گا۔

رب ذوالجلال نے اپنی حکمت ومشیت سے تخلیق کا کچھ ایسا نظام بنایا ہے کہ ہر پیدا ہونے والا قرابت ورشتے کے اٹوٹ بندھنوں میں بندھا ہوتا ہے پھر ہر رشتے کے کچھ حقوق وتقاضے ہیں انھیں حقوق وتقاضوں کو حدیث کے اندر ''رحم'' کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے جو اللہ کے پاک نام ''رحمٰن'' سے نکلا ہے لہٰذا جو بھی بندہ انسان کے فطرت میں رکھے ہوئے اور اللہ کے متعین کئے ہوئے ان حقوق اور تقاضوں کو ادا کرے گا اور صلہ رحمی کا معاملہ کرے گا اس کے لئے اللہ نے اس انعام کا اعلان کیا ہے کہ اللہ اس کو جوڑے گا (اس کو اپنا بنالے گا اور اپنے فضل وکرم سے نوازے گا) اور اس کے برعکس جو کوئی قطع رحمی کا معاملہ کرے گا اور رشتہ وقرابت کا لحاظ نہ کرے گا ان حقوق و

تقاضوں کو پامال کرے گا جو اللہ تعالیٰ نے متعین کیئے اور انسان کی فطرت کے اندر رکھے ہیں، تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو توڑے گا اور اپنے سے جدا کردے گا اور اپنے قرب، اپنے رحم وکرم اور خصوصی عنایات سے محروم کردے گا۔

موجودہ دور میں مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں اور اللہ کے فضل وکرم، رحمت وعنایت سے دوری ومحرومی کا جو سلسلہ اور منظر دنیا دیکھ رہی ہے بلاشبہ وہ مختلف شعبہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی ہماری بہت سی کوتاہیوں اور بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔

صلہ رحمی جس طرح اللہ کے رحم وکرم اور اس کی عنایات وقرب کا سبب ہے اسی طرح اس کے بعض دنیوی برکات بھی ہیں قرآن کریم اور تعلیمات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی حقیقت کو جابجا بیان فرمایا ہے کہ بعض نیک اعمال کے صلہ میں اللہ رب العزت اس دنیا میں بھی برکتوں، رحمتوں اور سعادتوں سے نوازتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے: قال قال رسولُ اللّٰہِ صلَّی اللّٰہُ علَیہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَبْسُطَ لَهٗ فِی رِزْقِهٖ وَیُنْسَأَ لَهٗ فِی اِثْرِہٖ فَلْیَصِلْ رَحِمه. الحدیث (بخاری ومسلم)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو پسند ہو کہ اس کے رزق کے اندر وسعت ہو اور دنیا کے اندر اس کے قدم کے نشان دیر تک باقی رہیں (یعنی اس کی عمر طویل ہو) تو اس کو چاہئے کہ (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کا معاملہ کرے یعنی رشتہ داروں کے ساتھ نرمی ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان کے ساتھ حسن سلوک ان نیک وصالح اعمال میں سے ہیں جس کی برکت سے اللہ رب العزت بندے کے رزق میں فراخی وکشادگی پیدا فرمادیتے ہیں اور عمر میں زیادتی وبرکت ہوتی ہے۔

اگر نوجوان اپنی کمائی وکسب سے رشتہ داروں کی مالی خدمات ان کی امداد واعانت کرے اور اپنے اوقات کا کچھ حصہ ان سے ملاقات اور ان کی خیریت وغیرہ معلوم کرنے میں صرف کرے اور وقتاً فوقتاً ان کے کاموں میں ہاتھ بٹائے تو یہ چیزیں اس کے حق خیر کا باعث ہو اس کی زندگی کی خوشگواری، اس کے رزق ومال میں برکت اور اس کی زندگی میں برکت واضافہ اور اس کے گھر، خاندان کے چین وسکون کا سبب ہونا بالکل قرین قیاس اور اللہ حکیم ورحیم کی رحمت وحکمت کے عین مطابق ہے۔

اسبابی نقطۂ نظر سے غور وفکر کرنے سے بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے اور یہ مشاہدہ اور عام تجربہ بھی ہے کہ، خاندانی جھگڑے، گھریلو الجھنیں جو عموماً رشتہ داروں اور اعزہ واقارب کے حقوق ادا نہ کرنے اور ان کے ساتھ سختی وشدت کا معاملہ کرنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں وہ انسان کے

لئے دلی پریشانی، اندرونی گھٹن وکڑھن کا باعث بنتی ہیں اور پھر یہی چیزیں بڑھ کر کینہ وحسد تک نوبت پہنچ جاتی ہے جو گھریلو وخاندانی بگاڑ وخلفشار کا ذریعہ ہیں جس کا اثر لازمی طور پر تجارت و زراعت، کاروبار اور صحت پر بلکہ ہر چیز پر بری طرح پڑتا ہے اور جولوگ اہل خاندان، رشتہ داروں اور قرابت داروں کے حقوق کی ادائیگی کا خیال رکھتے ہیں ان کے ساتھ صلہ رحمی، نرمی اور ان کے اچھے برے وقت پر ان کے ساتھ شرکت اور ان کی نصرت وحمایت کا جذبہ وحوصلہ رکھتے ہیں ان کے قلوب آپسی محبت و پیار سے لبریز رہتے ہیں ان کی زندگی خوشگوار فرحت ومسرت سے پُر اور امن وامان کے ساتھ بسر ہوتی ہے اور ہر اعتبار سے ان کے حالات قابل اطمینان ہوتے ہیں اور فضل الٰہی ان کے شامل حال ہوتی ہے۔

صلہ رحمی خونی رشتے کا اولین فریضہ ہے اگر کوئی شخص صلہ رحمی نہ کرے بلکہ قطع رحمی کا مرتکب ہوتو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے شخص کے لئے سخت وعید سنائی ہے کہ ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکتا ہے۔ قطع رحمی کی پاداش میں اس کے لئے جنت میں داخلہ ممنوع ہوگا۔ عَنْ جُبَیْرِ بنِ مُطْعِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ قَاطِعٌ (بخاری ومسلم)

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوسکے گا۔

اہل قرابت ورشتہ داروں کے ساتھ قطع تعلق اور رشتہ ختم کرنا یا رشتہ میں دراڑ پیدا کرنا کس درجہ کا سخت گناہ اور صلہ رحمی نہ کرنا کتنا بڑا وبال ہے اور اس حدیث پاک کے اندر کتنی شدید وعید آئی ہے کہ اس کے نتیجے میں جنت کے داخلے سے محروم کردیا جائے گا یعنی اس گناہ کی گندگی کے ساتھ کوئی شخص جنت میں داخل نہیں ہوسکے گا البتہ اگر تعلقات منقطع کرنے والے کو اس کے اس جرم کی سزا دے کر پاک کردیا جائے یا کسی اور وجہ سے اسے معاف کردیا جائے تو پھر جنت میں جانے کے قابل ہوسکتا ہے۔

اس مضمون وعنوان کی بے شمار احادیث ہیں جن سے اہل قرابت اور رشتہ داروں کے حقوق کی اہمیت اور ان کے ساتھ حسن سلوک اسلامی تعلیمات سیرت رسول کی روشنی میں معلوم ہوسکتے ہیں، عائلی نظام اور خاندانی زندگی میں بارہا یہ بات پیش آتی ہے ایک آدمی اپنے رشتہ دار اور اہل قرابت کے حقوق کی ادائیگی کے بجائے حقوق کی پامالی کرتا ہے اس کے ساتھ نرمی کے بجائے ترشروئی سے پیش آتا ہے اور ان کے ساتھ برا سلوک کرتا ہے اس کے باوجود آدمی کو اپنی طرف سے

حقوق کی ادائیگی، نرمی، صلہ رحمی اور اچھا سلوک کرنا چاہئے۔ اس بات کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ اسوۂ رسول اکرم ﷺ خاندان ورشتہ داروں کے حقوق وسلوک کے معاملے میں انسان کو اس نقطۂ نظر سے دیکھنے کی تعلیم وتربیت دیتا ہے کہ ہر شخص اپنی طرف سے صلہ رحمی، حسن سلوک کرتا رہے اور رشتہ داروں اور خاندان کے لوگوں کے حقوق ادا کرتا رہے۔ رشتہ دار واہل خاندان وقرابت کے لوگ اس کے حقوق ادا کررہے ہیں یا نہیں، وہ صلہ رحمی کرتے ہیں کہ نہیں اور اس کے ساتھ نیک سلوک و نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں کہ نہیں اس کے دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

کیونکہ شریعت مطرہ کے اندر صلہ رحمی اور اچھے برتاؤ کی بنیاد اس بات پر نہیں رکھی گئی ہے کیونکہ یہ تو ایک طرح کا بدلہ ہوجائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لَیْسَ الْوَاصِلُ بِالْمُکَافِیْ وَلٰکِنَّ الْوَاصِلَ الَّذِیْ اِذَا قُطِعَتْ رَحِمُہٗ وَصَلَھَا (بخاری کتاب الادب:۸۸۶) کہ وہ آدمی صلہ رحمی کرنے والا نہیں (شمار ہوگا) جو (صلہ رحمی کرنے والے رشتہ داروں کے ساتھ) بدلہ کے طور پر صلہ رحمی کرتا ہے بلکہ درحقیقت صلہ رحمی کا حق ادا کرنے والا وہ ہے جو اس حالت میں (رشتہ داروں کے ساتھ) صلہ رحمی کرے (اوران کے حقوق ادا کرے) جب کہ وہ اس کے ساتھ قطع رحمی اور (حق تلفی) کا معاملہ کریں۔

یہ بات ظاہر ہے کہ قطع رحمی اور حق تلفی کرنے والے رشتہ داروں اور اہل خاندان کے افراد کے جواب میں اگر قطع رحمی اور حق تلفی ہی کا برتاؤ وسلوک کیا جائے گا تو یہ بیماری وگندگی معاشرے میں مزید بڑھے گی اور معاشرے کی بچی کچھی اچھائیاں بھی آہستہ آہستہ اپنی موت مرنے لگیں گی اور اس کے برخلاف جب ان کے ساتھ صلہ رحمی، حسن سلوک اور حقوق وفرائض کی ادائیگی کا معاملہ کیا جائے گا تو انسانی فطرت سے امید ہے کہ انسانیت اس کے اندر جاگے گی اور ''دیر آید درست آید'' کے نظریہ سے دیر سویر ان کی اصلاح ہوگی اور معاشرے میں حقوق وفرائض کی ادائیگی اور صلہ رحمی کو فروغ ہوگا اور قطع رحمی، بدسلوکی کا خاتمہ ہوگا اس طرح ایک بار پھر چین وسکون کا بازار گرم ہوکر معاشرہ امن وامان کا گہوارہ بن جائے گا اور اس کے طفیل ہماری آنے والی نئی نسل کیلئے نوجوانوں کی دکھائی ہوئی ڈگر مشعل راہ ثابت ہوگی اور ہر موقع پر اسوۂ نبی اکرم ﷺ کو اپنانے اور اس کو حرز جان بنانے کی ایک فضا بن جائے گی۔

تنگ آجائے گی خود اپنے چلن سے دنیا
تجھ سے سیکھے گا زمانہ ترے انداز کبھی

انسان اگر اپنی طرف سے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کا معاملہ کرے اور اہل خاندان و اقارب کے حقوق ادا کرتا رہے تو یہ اس کی بڑائی، بہادری اور مردانگی ہے اگرچہ رشتہ دار اور خاندان والے اس کے ساتھ اس طرح کا معاملہ نہ کریں۔ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے اس سلسلے میں بڑی جاندار بات کہی ہے کہ۔

بدی را بدی سہل باشد جزا
اگر تو مردی احسنِ اِلی من أساء

(برائی کا بدلہ برائی سے دینا آسان ہے مردانگی تو یہ ہے کہ برائی کا بدلہ اچھائی سے دیا جائے) اگرچہ تعلیمات اسلام اور اس کا مزاج یہ ہے کہ وہ نہ صرف ہر فرد کی توجہ اپنے فرائض وحقوق کی ادائیگی کی طرف مبذول کرتی ہے بلکہ دل و دماغ کے دریچے میں اصل و بنیادی فکر ہی یہ پیدا کرتی ہے کہ کہیں مجھ سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں کسی طرح کی کمی تو نہیں ہو رہی ہے؟ کیونکہ ایسا ممکن ہے کہ میں اپنی ترکیبوں سے، کسی حیلہ وتدبیروں کے ذریعہ اس کوتاہی کو چھپالوں اور اس پر پردہ ڈال کر اس کے دنیوی ثمرات ونتائج سے مامون ومحفوظ ہو جاؤں لیکن ظاہر ہے کہ اس کی کوئی کوتاہی اور اس کا کوئی قصور خواہ وہ کتنا ہی معمولی کیوں نہ ہو اس علیم وخبیر ذات سے پوشیدہ نہیں رکھ سکتا جو دلوں میں آنے والے خیالات کو بھی جانتا ہے یہی فکر پیدا کرنا ہی اسلامی تعلیمات کا اصل منشاء ہے اور جب یہ فکر کسی شخص کو دامن گیر ہو جائے تو اس کا اصل مسئلہ ومقصد اور اس کا مطمح نظر حقوق کی حصول یابی کے بجائے فرائض کی ادائیگی بن جایا کرتا ہے اور اس کے اندر کمی کوتاہی ہر وقت اس کو مواخذہ کی وعید سے ڈرایا کرتی ہے پھر وہ اپنے جائز حقوق ومطالبات بھی پھونک پھونک کر ڈرتے ڈرتے وصول کرتا ہے کہ کہیں وصول شدہ حق کا وزن ادا کردہ فریضے سے زیادہ نہ ہو جائے یہی فکر تھی جس نے قرن اول کے مسلمانوں کو عزت وسربلندی عطا کی، قدر ومنزلت اور ترقی کے بامِ عروج پر پہنچایا تھا آج دنیا جس کے حصول کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لئے تیار ہے آج بھی اگر یہ فکر معاشرے میں عام ہو جائے خصوصاً نوجوان نسل جس کے کندھوں پر مستقبل کی تعمیر کا دارومدار ہے اپنے آپ کو اس بات پر آمادہ کرلے اور یہ فکر اپنے دلوں پر سوار کرلے تو ہر ایک کے حقوق خود بخود ادا ہونے شروع ہو جائیں گے اور حق تلفیوں وبے انصافیوں کا چلن کم ہو جائے کیونکہ ایک شخص کا فریضہ دوسرے کا حق ہوتا ہے اور جب پہلا شخص اپنی ذمہ داری اور فریضہ ادا کرلے گا تو دوسرے کا حق خود بخود اس کو پہنچ جائے گا اگر شوہر اپنے فرائض ادا کرے تو بیوی کے حقوق ادا ہوں گے، بیوی اپنے فرائض و ذمہ داری ادا کرے تو شوہر کے حقوق ادا

ہوں گے اگر حاکم اپنے حقوق ادا کرے تو رعایا کو اس کے حقوق ملیں گے اور رعایا اپنے فرائض کو پورا کرے تو حاکم کو اس کے حقوق پہنچیں گے اسی طرح والدین اپنی اولاد کے حقوق (یعنی اس کی صحیح تعلیم وتربیت کا بندوبست کرے) ادا کرے تو اولاد کے حقوق پورے ہوں گے اور اولاد اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے تو والدین کے حقوق میں کوئی کسر نہ رہ جائے۔ غرض ہر شخص اپنے ذمہ عائد ہونے والے حقوق وفرائض کو پورا پورا ادا کرے تو ہر شخص تک اس کے حقوق اپنے آپ پہنچتے رہیں گے۔ دوطرفہ تعلقات کی خوشگواری وپسندیدگی کا اصل وحقیقی راز یہی ہے کہ ہر فریق اپنی ذمہ داری محسوس کرکے اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو کما حقہ ادا کرے تو دونوں میں کسی شخص کو بھی حق تلفی کے شکوہ وگلہ کا کوئی موقع نہیں مل سکتا۔

لیکن یہ فکر معاشرے میں اس وقت تک عام نہیں ہوسکتی جب تک اس میں فکر آخرت شامل نہ ہوجائے اور دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کی دائمی ولازوال زندگی کا یقین دل کی گہرائی میں اتر کر عملی زندگی میں اس کا مظاہرہ نہ ہونے لگ جائے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ ہم عقیدۂ آخرت پر ایمان رکھنے کا زبان سے خواہ کتنا ہی اعلان کرتے ہوں اور کتنی بھی پختگی کے ساتھ اس کا دعویٰ کرتے ہوں لیکن ہماری عملی زندگی یکسر اس سے خالی ہے بلکہ عملی میدان میں اس عقیدے کا کوئی پرتو عموماً نظر نہیں آتا ہماری تمام تر محنتیں، ساری بھاگ دوڑ اور تگ ودو کا محور صرف یہ ہے کہ روپئے پیسے اور مال واسباب میں اضافہ کیسے ہو اور بینک بیلنس کیسے بڑھ جائے؟ یہی چیز حیات انسانی کا اصل مقصد بن چکی ہے اور یہی ہماری ساری معاشی سرگرمیوں کا آخری پڑاؤ ہے۔

لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ صرف مال ودولت کی زیادتی اور مادی اسباب کی کثرت وفراوانی کی بنیاد پر عروج وترقی کی عمارت قائم نہیں رہ سکتی اور معاشرے کا چین سکون حاصل نہیں ہوسکتا اگر مسلمان طریق محمدی اور اسوۂ حسنہ کی پیروی ترک کرکے غیروں کے راستے میں کامیابی تلاش کرے گا تو رفعت وبلندی اور چین وسکون کی جستجو میں دردر کی ٹھوکریں تو ضرور کھائے گا مگر آستانِ یار پر سر خم کئے بغیر اسے یہ دولت حاصل نہیں ہوسکتی ایک مسلمان جب تک اپنے نبی کی پیروی اور اس کے طریقے کو اپنی زندگی کیلئے نمونہ نہ بنائے تو صرف مادی ترقی اور مال ودولت کی فراوانی سے کامیابی کی شاہ راہ پر گامزن نہیں ہوسکتا۔ کیفی مرحوم نے مادہ پرست قوم سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا؂

رفعتوں کی جستجو میں ٹھوکریں تو کھاچکے
آستانِ یار پر اب سر جھکا کر دیکھئے

❁ ❁ ❁

ہندوستانی مسلمانوں کے مابین اتحاد کیسے ممکن ہے

از: مولانا محمد فیاض قاسمی سمستی پوری

وحدانیت کا پیغام انسانیت کے نام

یہ ایک حقیقت ہے کہ آفتاب اسلام کی ضیا پاشیوں سے قبل سرزمین عرب پر جہالت وتاریکی چھائی ہوئی تھی اور نہ صرف عرب بلکہ دنیا کا گوشہ گوشہ تاریک اور چپہ چپہ تیرہ وتار ہورہا تھا۔ دنیا حق پرستی کے نام سے نا آشنا ہوچکی تھی، کرۂ ارض کی تمام آبادی غیر الٰہی عبودیت وپرستش کی زنجیروں سے جکڑی ہوئی تھی، تہذیب وتمدن کا چراغ گل، فلسفہ وحکمت کا بازار سرد تھا، کائنات عالم کے صفحات کفر وشرک، فسق وفجور کے نقشہائے باطل سے ڈھکے ہوئے تھے، معمورۂ عالم کے اوراق رہزنی و سفاکی، ظلم وتعدی، افتراق وانتشار، قبیلہ پرستی اور باہمی تنازع کے گھناؤنے دھبوں سے داغدار ہورہے تھے، ”ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس“ خشکی اورتری میں انسانوں کی بداعمالیوں کی وجہ سے فساد پھیلا ہوا تھا۔

ایسی حالت اورایسے وقت میں جب کہ روح انسانی پژمردہ ہورہی تھی، انسانیت تڑپ رہی تھی، کائنات کا ذرہ ذرہ تشنہ کام ہورہا تھا؛ بطحا کی خاک سے ایک یتیم (فداہ ابی وامی) اٹھا اور عالم کے لیے رحمت بن کر نمودار ہوا۔

دنیا توحید کی نعمت سے محروم ہوچکی تھی، عیسائی تین خداؤں کے قائل ہوکر دنیا کو گمراہی کے جہنم میں دھکیل رہے تھے۔ ایران میں آتش کدہ معبود بنا ہوا تھا اور یزداں واہرمن دو خدا مانے جاتے تھے۔ ہندوستان میں ہندوؤں نے مظاہر قدرت کو خدا بنا رکھا تھا اور ۳۳ کروڑ دیوتا ان کے قلوب پر حکمرانی کررہے تھے۔ غرض دنیا کے گوشہ گوشہ سے توحید الٰہی مفقود ہوچکی تھی اور شرک وکفر کا دور دورہ تھا۔ کلمہ کے معلم امیؐ نے آکر سب سے پہلے دنیا کے آگے توحید کا گلدستہ پیش کیا اور لاالٰہ الا اللہ کا پیغام شیریں ہر انسان کے کانوں تک پہنچادیا۔ ایک ہی پکار میں مدتوں کے مدہوش

غفلت چونک اٹھے، برسوں کی سرمست خواب قومیں بیدار ہوگئیں۔

دنیا کی اصلاح کے لیے انسانی عظمت کو برقرار رکھنے کے لیے آپ ﷺ ایسا پیغام لے کر آئے جو مذہب کی روح، خداشناسی کی شرط اوّل اور انسانی شرافت کی بنیاد ہے وہ توحید الوہیت اور ربوبیت تھی جس کی جامع حقیقت صرف ایک کلمہ لاالٰہ الا اللہ میں پنہاں ہے۔

عالمگیر انسانی برادری کا قیام

دوسری چیز جو آپ نے انسانیت کا درجہ بلند کرنے کے لیے پیش کی وہ عالمگیر انسانی برادری کا قیام اور ذات پات کی تفریقوں، رنگ وروپ کے امتیازوں اور نسل وقوم کے اختلافات کا مٹانا تھا۔ پیغمبر اسلام ہی دنیا میں وہ پہلے انسان ہیں جنھوں نے اعلیٰ و ادنی کا تفرقہ مٹایا، کالوں اور گوروں کا امتیاز فنا کیا، امیر وغریب کی حد بندیاں توڑیں، وطنی اور قبائلی فخر وغرور کا سر کچلا اور تمام بنی نوع انسان کو بلا کسی تفریق وامتیاز کے ایک ہی صف میں لا کھڑا کردیا۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

خود پیغمبر اسلام کی عملی زندگی یہ تھی کہ آپ ﷺ کے دربار میں امیر وغریب، دولت مند وفاقہ کش سب ہی تھے؛ آپ کا برتاؤ سب کے ساتھ یکساں تھا۔ آپ کی بارگاہ میں اگر ایک طرف ابوبکرؓ وعثمانؓ جیسے امراء موجود تھے تو دوسری طرف اسی شان وحیثیت سے ابوہریرہؓ وابوذرؓ جیسے مفلس اور بلالؓ وسلمانؓ جیسے غلام بھی موجود تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ نے مالداروں کو غرباء پر ترجیح دی ہو یا سرمایہ داروں کو کسی خاص رعایت سے نوازا ہو۔

آپ ﷺ حضرت بلالؓ کو دیکھ کر فرماتے ''تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے'' آپ ﷺ کے دربار میں حضرت بلالؓ نے وہ مرتبہ حاصل کیا کہ انصاریوں نے برضا ورغبت اپنی بیوی ان کو بیاہ دی۔ اور جب ان کا انتقال ہوتا ہے تو حضرت عمر ابن الخطابؓ جیسے خوددار انسان —— جن کی سطوت وہیبت سے کسریٰ وقیصر کے اندام پر لرزہ تھا —— ''الیوم مات سیدنا'' افسوس آج ہمارا آقا ہم سے جدا ہوگیا، کہہ کر روتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ اپنے غلام حضرت زید بن حارثہؓ کو اس قدر پیار کرتے تھے کہ لوگ ان کو ''زید بن محمدؐ'' کہنے لگے۔ ان کے بیٹے اسامہ بن زیدؓ کے ساتھ اتنی محبت کرتے تھے کہ حضرت امام

حسنؓ اور اسامہ بن زیدؓ دونوں کو آپ ﷺ نے آغوش میں لے کر فرمایا: ''خدایا میں ان سے محبت کرتا ہوں تو بھی ان سے محبت کر'' (بخاری کتاب المناقب) اور صرف اظہار محبت و ہمدردی ہی نہیں بلکہ آپ ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کو آزاد کرکے ان کے ساتھ اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کو بیاہ کر دنیا کے لیے ایک بے نظیر مثال قائم کردی۔ (بیان القرآن) اسامہ بن زیدؓ کو اس فوج کی سرداری عطا کی جس میں حضرت عمرؓ جیسے حسب ونسب والے افراد شامل تھے۔ فارس نژاد سلمانؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا کرتے تھے ''سلمان منا اهل البیت'' حتی کہ مساوات کے عملی پیغمبر ﷺ نے عمل کے ساتھ ساتھ اصولاً بھی یہ فرمادیا ''لا فضل لعربی علی عجمی ولا لِاَحمر علی اسود کلکم من آدم وآدم من تراب'' (روح المعانی) کسی عربی کو کسی عجمی پر فوقیت نہیں اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں، بلکہ تم سب ایک ہو، کیونکہ تم آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے۔

نبی اکرم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد بھی یہ چیزیں باقی رہیں۔ خلفاء راشدین کا عہد اس قسم کے واقعات سے لبریز ہے کہ انھوں نے اپنی محکوم اقوام کے ساتھ کس طرح رواداری، مساوات اور بھائی چارگی کا ثبوت دیا۔ حضرت عمرؓ نے ایک معزز عہدہ دار کو محض اس خطا میں معزول کردیا تھا کہ انھوں نے ایک ذمی کے معاملہ میں کچھ زیادتی کی تھی۔

قومیت کی تعمیر کے لیے نسلی امتیاز کا خاتمہ

چونکہ قومیت کی تعمیر اور اتحاد کے فروغ کے لیے سب سے پہلے نسلی امتیاز کا مٹانا ضروری تھا اس لیے آنحضرت ﷺ نے اسی طرف توجہ کی اور خود اپنے خاندان میں غیر قریشیوں کو جذب کیا۔ اور آپ ﷺ کے صحابہ، اہل بیت اور خلفاء اسلام نے بھی اس پر عمل کیا اور رومی، ایرانی اور حبشی غلاموں اور کنیزوں کو نہ صرف معاشرانہ حقوق دیے بلکہ ان کو اپنے خاندان میں شامل کرکے ان کی عزت افزائی کی۔

عربی زبان میں مولد اس کو کہتے ہیں جس کے ماں اور باپ دو مختلف نسل سے ہوں۔ خاندان عباسیہ کے بعض خلفاء شہزادے اور شہزادیاں انھیں مولدات کے بطن سے تھیں۔ خلیفہ منصور نے اپنی لونڈی محیاۃ - جو غالبا خلیفہ مہدی کی ماں تھیں - کو شکلہ نامی ایک مولدہ عطا کی تھی، محیاۃ نے اس کی پرورش کی اور اس کو طائف بھیج دیا، وہیں اس نے نشو ونما پائی اور فصاحت میں کاملہ

ہوگئی، جوان ہوئی تو اپنی ملکہ محیاۃ کے پاس آگئی۔ خلیفہ مہدی نے دیکھا تو اس کو شکلہ بہت پسند آئی، اس نے اپنی ماں سے اس کو مانگ لیا۔ اس سے ابراہیم بن مہدی پیدا ہوا۔ ابراہیم بن مہدی آج عباسی خلیفہ کا چشم و چراغ سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح بصیص ایک مولدہ لونڈی تھی، خلیفہ مہدی نے اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں اس کو سترہ ہزار دینار میں خریدا تھا۔ اس سے علیہ بنت مہدی پیدا ہوئیں۔ اسی طرح متیم ہاشمیہ بصرہ کی مولدہ تھی اور عہد عباسیہ کی مشہور مغنیہ عریب کی ملک میں تھی۔ خود عریب کے متعلق صاحب الاغانی کہتے ہیں کہ وہ جعفر بن یحییٰ برمکی کی بیٹی تھی۔ بہرحال عریب نے اپنی لونڈی متیم ہاشمیہ کو علی بن ہشام کے ہاتھ بیس ہزار درہم میں فروخت کردیا۔ اس کے متعلق صاحب الاغانی کا بیان ہے: وخطبت عنده خطوة شديدة وتقدمت عنده على جواريه اجمع وهي ام ولدة كلهم، علی بن ہشام کی وہ بہت منظور نظر اور اس کی ساری لونڈیوں کی ملکہ اور کل اولاد کی ماں بن گئی۔

الغرض خاندان عباسیہ میں اسی طرح کثیر تعداد میں عرب کی مولدات جذب ہوئیں۔ یہ کیا تھا؟ محمد عربی ﷺ کی انسانی ہمدردی تھی جس نے اس کو نسبی عصبیت سے نجات دلائی۔ اور حال یہ ہوگیا کہ:

چوں بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اگر ہادیٔ برحق کی تعلیم میں وطنیت کو کوئی اصولی درجہ دیا جاتا تو ناممکن تھا کہ روم، فارس، حبشہ وقرن کے رہنے والے عرب کی زمین میں مدارج حاصل کرسکتے۔ یہی وجہ تھی کہ ہر مسلمان جدھر رخ کرتا چل کھڑا ہوتا اور اس نعرہ کے ساتھ ''ہر ملک ملکِ ماست کہ ملک خدائے ماست'' خدا کی زمین پر ڈیرے ڈال دیتا اور اسے اپنا وطن بنالیتا۔

موجودہ اخلاقی بے مائیگی اور انتشار وافتراق کا اجمالی نقشہ

مگر سوال یہ ہے کہ ان روایات پارینہ کو صرف کبھی کبھی تحریری اور تقریری طور پر دہرایا جائے یا مسلمانوں پر یہ بھی ضروری ہے کہ اس کا عملی نمونہ پیش کریں۔ ہم اپنے کردار پر غور کرتے ہیں تو ہمیں شرم آتی ہے۔ میرا تو خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق و بزرگی ورحم وکرم کی ترجمانی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اپنی موجودہ اخلاقی بے مائیگی اور قومی وملی انتشار وافتراق کا ایک اجمالی

نقشہ پیش کیا جائے۔

سرزمین ایران کا ایک رنگین نوا شاعر ہندوستان میں وارد ہوتا ہے اور یہاں کے غزالاں رعنا کو دیکھ کر اس کی جمالی امنگیں پھر ایک بار کروٹ لیتی ہیں اور آخر کار وہ انتہائی خواہش و رغبت میں ایک کو دل دے بیٹھتا ہے۔ محبت کی سختیاں جھیل رہا ہے، اس کی افتادگی و سپردگی بے اختیاری چیزیں بن گئی ہیں اور ایک ایسے مجبور انسان کی طرح جس پر ابھی سحر نے ایسا اثر نہ کیا ہو کہ وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھے، اپنے سوگوارانہ انداز میں کہہ بیٹھتا ہے:

بلائے دیدہ ودل راز پے شتا بانم
کسے نگزیدم اے خانما خراب کجا

عرؔفی کا یہ شعر ممکن ہے شاعرانہ جھوٹ ہو، ممکن ہے اس نے اپنی عشقیہ بربادی کا اظہار محض بر بنائے تفنن کیا ہو اور وہ دیدہ و دل کسی بلا میں گرفتار ہونے کے بجائے مستانہ زندگی بسر کر رہا ہو؛ لیکن اس حقیقت سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا کہ ہم اپنی روزانہ کی زندگی میں کسی ''خانہ خراب'' کے دیدہ و دل کی بلاؤں کا مشاہدہ ضرور کرتے ہیں، اور صرف یہی نہیں بلکہ ہماری بے حسی اور بے رحمی اس قدر بڑھ گئی ہے کہ ہم زحمت لب کشائی کے لیے بھی تیار نہیں۔ ایک رومانی انسان ایک دشت لالہ زار میں پہنچتا ہے اور ان کے اوراق پر خون کی طرح سرخ سرخ دھبے دیکھ کر دل مسوس لیتا ہے، اس کی حساس طبیعت بہت متاثر ہوتی ہے اور وہ ایک دل والے انسان کی طرح حزین اصفہاؔنی کا یہ شعر پڑھنے پر مجبور ہو جاتا ہے:

بہ دشت از جلوہ ہائے لالہ داغم تازہ می گردد
کہ یاد از سینہ ہائے دردمنداں می دہد مارا

عرؔفی کی شکوہ سنجی یہ تھی کہ میں ایسی ہستی کے پیچھے سرگرداں ہو رہا ہوں جو میرے دل اور آنکھوں کے لیے ایک بلا ہے؛ لیکن وائے افسوس کہ ایک پرستار بلا کے ساتھ اتنی بھی کوئی ہمدردی نہیں کرتا کہ میاں کہاں جا رہے ہو، ذرا ہوش میں تو آؤ۔ اللہ رے دنیا کا غمگسارانہ انداز۔ اسی کے ساتھ ایک انسان داغہائے لالہ کو دیکھتا ہے تو اس کی آنکھوں کے سامنے سوختہ جگر سینوں کا نقشہ پھر جاتا ہے۔ یہ ہے اہل دل کی تڑپ اور وسیع ہمدردی۔

اب ذرا عرؔفی اور حزؔین کے افکار کو اپنی اجتماعی زندگی پر منطبق کیا جائے؛ روزانہ ہم اپنے ارد گرد ایسے مناظر دیکھتے ہیں کہ کوئی بلاؤں میں گرفتار ہے، لیکن ہماری انسانی ہمدردی میں کوئی تحریک

نہیں ہوتی۔ حالانکہ انسانیت اور انسانی بزرگی کا صحیح معیار انسانیت نواز پیغمبر ﷺ کی تعلیم کے بموجب یہ ہے کہ لالہ کے اوراق پر سرخ رنگ کے چھینٹوں کو دیکھ کر دردمندوں کی سوختہ جگر کی یاد تازہ اور دل میں ایک ٹیس پیدا ہوجائے۔ کیا ہماری اجتماعی زندگی میں ایسے مناظر ہیں؟ اس سوال کا جواب لینے کے لیے ہمیں کسی زیادہ فکر وکاوش اور سعی وطلب سے کام لینے کی ضرورت نہیں؛ بلکہ ہرشخص اپنے ماحول پر ایک نظر ڈالے۔ شاید اس کی بے حسی اور خودکامیوں نے آج تک اس کو اندھا بنائے رکھا ہو اور وہ غیرشعوری طور پر وہ سب کررہا ہو جو ایک انسانیت کا دشمن اور تہذیب واخلاق کا مخرب ہی کرسکتا ہے۔ ہرانسان ذرا تھوڑی دیر کے لیے غور کرنے کی زحمت گوارہ کرے کہ مذہب اور اخلاق کے بلندترین دعوے کے باوجود وہ یکسر لامذہبیت اور اخلاق کشی کا حامی تو نہیں۔ آپ کے محلّہ میں کوئی بےنوا انسان ہے، آپ نے اپنی بزم نشاط اور مجلس طرب برپا کرنے سے قبل کبھی یہ خیال فرمایا کہ اس میں صرف انھیں لوگوں کو شرکت کا حق ہے جن کو آپ نے دعوتی کارڈ بھیجنے کے لائق سمجھا ہے یا اور بھی خدا کے بندے ہیں جن کی خانہ خرابیاں دل والوں کو بےچین کردیتی ہیں۔ اگر آپ اپنی عیش کوش مجلسوں میں یا اپنی پرسرور زندگی کے مواقع پر ان بےنوا انسانوں کو ٹھکراتے ہیں تو پھر آپ کو کیا حق ہے کہ مذہب کا اِدِعا اور مذہبی شان کی نمائش کریں۔ جب کہ مذہب کی اصل نوع انسانی کی ہمدردی، عالمگیر اخوت اور باہمی اتحاد و بھائی چارگی ہے۔ کیا مذہب نام ہے ایک خاص حلقہ میں ربط واخلاص اور شرکت وتعاون کا، کسی خاص عقیدے یا کسی خاص طبقہ کی عزت واحترام اور کسی محدود حلقے سے تعلق ولگاؤ کا۔ اگر واقعتاً مذہب یہی ہے تو پھر علمبرداران مذہب کو معلوم ہونا چاہیے کہ دنیا ایسے مذہب کے سامنے گردن خم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اور اگر مذہب نام ہے ایک عالمگیر انسانی اخوت اور اتحاد واتفاق، ایک وسیع ہمدردی اور بلا امتیاز فرقہ وطبقہ، ذات برادری، رنگ ووضع، ہرانسان کو انسان سمجھ کر اس سے مخلصانہ محبت اور رواداری کا، ہر فرد کی خوشی اور غم میں ہمدردانہ شرکت وتعاون کا؛ تو پھر مدعیان مذہب جنھوں نے اپنے کو خودپرستیوں اور خودکامیوں میں محبوس کررکھا ہو، اپنے دعووں اور اپنے کردار کا موازنہ کریں کہ وہ کہاں تک اس پر کھرے اترتے ہیں۔

اتحاد وافتراق پر صرف زبانی جمع خرچ

ہمارے ملک میں قومی اجتماعیت، عالمگیر اخوت اور اتحاد و بھائی چارگی کی باتیں جتنی زیادہ

کی جاتی ہیں شاید ہی دنیا کا کوئی دوسرا ملک ہو جہاں اس پر اتنا زور دیا جاتا ہو۔ کسی دن کا اخبار اٹھا کر دیکھ لیجیے، ہمارے رہنما، عوام کو فرقہ پرستی، صوبہ پرستی، زبان پرستی اور تنگ نظری چھوڑ کر متحد ہونے اور قوم واحد بننے کی تلقین کرتے ملیں گے۔ اگر کوئی اعداد وشمار جمع کرے تو ہمارا اندازہ ہے کہ شاید ہی کوئی دن ناغہ ہو جاتا ہو جب کوئی چھوٹا یا بڑا لیڈر ملک کے کسی گوشہ میں عوام کے سامنے اتحاد کی خوبیوں اور انتشار وعلاقہ پرستی کی برائیوں پر وعظ نہ کہتا ہو۔ صدر جمہوریہ آنجہانی ڈاکٹر راجندر پرشاد اور وزیر اعظم پنڈت نہرو نے بھی اتحاد کا دم بھرا تھا اور کہا تھا کہ لوگ قومیت کا جذبہ چھوڑ دیں، علاقائیت، صوبہ واریت اور فرقہ واریت ترک کردیں اور آپس میں اتحاد قائم کریں۔ اور آج بھی راہل گاندھی بہار کے دورے میں مختلف جگہوں پر نوجوانوں کو اتحاد کی تلقین اور علاقائیت اور صوبہ واریت سے اوپر اٹھ کر کام کرنے کا مشورہ دے رہے ہیں؛ اتنا ہی نہیں بلکہ یہاں تک بھی کہہ ڈالا کہ ''آپ لوگ مجھے بھی بہاری ہی سمجھیں'' (قومی تنظیم پٹنہ ۲/۲/۲۰۱۰ء) ایک طرف یہ وعظ وتلقین ہے، دوسری طرف انتشار، خود غرضی، تنگ نظری اور تعصب کے عملی مظاہرے ہیں جن کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔

اس بات کی یقین دہانی کے لیے کہ ملک کے اندر ہر طرف خود غرضی، تعصب وتنگ نظری، کرپشن اور فرقہ پرستی کا دور دورہ ہے، واقعات وشواہد پیش کرنے اور دلائل دینے کی ضرورت نہیں۔ شاید ہی کوئی ہندوستانی ہو جس کا یہ اپنا ذاتی تجربہ نہ ہو۔

کوئی بستی کوئی قریہ، کوئی شہر اور قصبہ نہیں جہاں مذہب، ذات پات، دولت، سماجی رتبہ وحیثیت، زبان اور طرح طرح کی دیواروں نے انسانوں کو بانٹ نہ رکھا ہو۔ اور یہ بانٹنا ایسا نہیں جیسا کہ شہد کی مکھی کے چھتہ میں ہوتا ہے کہ ہر ایک فرض شناسی کے ساتھ اپنا اپنا کام کرتا، سماجی بھلائی میں اپنی حصہ ادا کرتا اور فوائد سے خود بھی بہرہ مند ہوتا ہے؛ بلکہ یہ تقسیم دلوں کی جدائی سے شروع ہوتی ہے۔ ہر ایک فرد اور اس فرد کے ساتھ رہنے سہنے والا گروہ دوسرے افراد اور گروہوں کو نیچا دکھانے اور اس پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتا ہے۔ ہر گروہ کے واجبی وواقعی حقوق ادا کرنا تو کجا، ہر ایسے موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ دوسروں کے حقوق غصب کرلے۔

جب سے ملک میں نئی سیاست وجدید سیاسی نظام کا کاروبار شروع ہوا ہے، سیاسی پارٹیاں بنی ہیں اس سے انتشار اور مفاد پرستی میں اور اضافہ ہوگیا ہے۔ ان پارٹیوں نے باہمی تعصب وعناد کو ختم کرانے کی بجائے ہمیشہ ان کا استحصال کیا ہے۔

انتشار وافتراق کے اسباب اور اس کے خاتمہ کی امکانی صورت

ملک میں کوئی ایسا دردمند دل نہیں جو اس صورت حال سے دکھی نہ ہو، لیکن افسوس یہ ہے کہ بار بار طوطوں کی طرح اتحاد و یک جہتی کا سبق رٹنے رٹانے کے سوا کوئی غور کرکے یہ نہیں بتلاتا کہ اس انتشار اور کش مکش کا اصل سبب کیا ہے اور یہ کیسے ختم ہوگا۔

اتحاد پیدا کرنے کے لیے دو قسم کی بنیادیں ہوسکتی ہیں: (۱) مثبت (۲) منفی، منفی بنیادوں میں کسی دوسری قوم یا گروہ کے خلاف نفرت، اس پر جارحانہ حملہ، اسے غلام بنانے کی مہم، یا بیرونی حملہ آور دشمن سے مدافعت اور ظالم وجابر حکمراں کے خلاف بغاوت شامل ہیں۔ یعنی کسی مشترک حقیقی یا فرضی دشمن کے خلاف صف آرائی اور مشترک خطرہ سے مدافعت ایک ایسی بنیاد ہے جس پر ایک ملک یا بستی کے رہنے والے متحد ہوسکتے ہیں۔

مثبت بنیاد اس قسم کی ہوسکتی ہے کہ سب کا بنیادی مقصد زندگی ایک ہو، سب اس مقصد زندگی کی تکمیل کے لیے ایک دوسرے کے تعاون کے محتاج ہوں، یہ مثبت مقصد زندگی مہمات سر کرنے کے لیے مشترکہ کوششیں چاہتا ہو، اور یہ مقصد زندگی بھی ایسا ہو کہ ہر ہر فرد کا مقصد ومفاد ایک دوسرے سے ٹکرانے کی بجائے پورے سماج کا مجموعی مقصد ومفاد بن جائے۔

بلاشبہ اوّل الذکر یعنی منفی بنیادوں پر بھی قومیں متحد ہوئی ہیں اور اس اتحاد واجتماع نے بڑے حیرت انگیز وجرأت آمیز کارنامے انجام دیے ہیں، بعض مواقع پر بحیثیت مجموعی ان سے انسانیت کو فائدہ بھی پہنچا ہے۔ اسی منفی بنیاد پر گذشتہ صدی میں ہندوستان بھی ایک متحد ومجتمع قوم کی شکل میں بیرونی طاقت سے نبرد آزما ہوا ہے۔ جنگ آزادی لڑی اور فتح یاب ہوا۔ ایک مشترک دشمن (انگریز) کے خلاف لڑنے کا جذبہ ہی تو تھا جس نے شمال، جنوب، مشرق، مغرب، مسلم وغیر مسلم اور امیر وغریب سب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کردیا۔ اور اس اتحاد کا فائدہ (اب برائے نام ہی سہی) سیاسی آزادی کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔

لیکن ہر جگہ اور ہر زمانہ میں اتحاد واشتراک کی یہ منفی بنیاد دیرپا اور گہری ثابت نہیں ہوا کرتی۔ مشترک دشمن، بیرونی حملہ آور یا اس جیسا کوئی دوسرا مشترک خطرہ لوگوں کو بھیڑ کی طرح جمع کردیتا ہے، لیکن خطرہ کی گھڑی ٹلتے ہی بلکہ اکثر صورتوں میں خطرہ کی شدت کا احساس کم ہوتے ہی اشتراک واتحاد کی ساری بنیاد متزلزل ہوجاتی ہے اور لوگ پہلے کی طرح ٹولیوں اور ٹکڑیوں میں

بٹ جاتے اور باہم دست وگریباں ہوجاتے ہیں۔

کیا اپنے ملک کا حال اس سے جدا ہے، کیا وہ اتحاد واشتراک جو گذشتہ صدی تک ہمیں نظر آرہا تھا اور جس کی وجہ سے ہندوستانی قوم ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار معلوم ہورہی تھی، اب سیمیا کی سی نمود کے سوا اور کچھ معلوم ہوتی ہے؟ بیرونی دشمن کے جاتے ہی رابطہ کی تمام کڑیاں بھی ازخود ٹوٹ گئیں۔

یہ قریب ترین مثال ہے جو اتحاد کی منفی بنیاد کے بودے وناپائدار ہونے کے بارے میں ہمارے سامنے ہے۔ ایسی مثالیں ہر قوم اور ہر زمانہ کی تاریخ سے مل جائیں گی۔ اس کے بالمقابل ایک ایسے اتحاد وتعاون اور باہمی میل ومحبت کا واقعہ سامنے رکھا جائے جو ۱۴ رسو تیس سال پہلے عرب میں وجود میں آیا۔

راہِ اتحاد کی حقیقی اور پائدار صورت

کیا پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفی ﷺ کی نبوت سے پہلے عرب سوسائٹی میں کسی قسم کے بین الاقوامی اتحاد، قومیت اور باہمی اشتراک وتعاون کا تصور پایا جاتا تھا۔ عرب کی تاریخ کا معمولی مبتدی بھی جانتا ہے کہ نہ ایسا تصور وہاں موجود تھا اور نہ اس پر وہاں عمل ہوتا تھا۔ ہمارے زمانہ میں کم سے کم اتنا ضرور ہوا ہے کہ قبائل وبستیاں ہی نہیں بلکہ ساری انسانیت کے اتحاد اور تعاون کے تصورات بہت عام ہوگئے ہیں، ان تصورات کو کافی تقویت ملی ہے اور اس نصب العین کی طرف ہر ملک کے لوگ قدم بڑھانا بھی چاہتے ہیں اور اس کا عملی ثبوت بھی کسی نہ کسی شکل میں پیش کررہے ہیں۔

اس کے برخلاف اس زمانہ کی عرب سوسائٹی عمل تو کجا اس قسم کے تصورات سے بھی بالکل ناواقف تھی۔ سوسائٹی قبائل میں بٹی ہوئی اور اجتماعی زندگی کی اوّل وآخر اینٹ قبیلہ تھی۔

لیکن ایسے ناگفتہ بہ حالات اور سماجی ماحول میں اللہ پاک نے ایک بندے کو اصلاحِ حال کے لیے بھیجا تو اس ذات کریم نے اپنی ۲۳ رسالہ جدوجہد کے طویل دور میں ایک بار بھی یہ نہیں کہا کہ اے میری قوم کے لوگ تم متحد ہوجاؤ کیونکہ اتحاد ہی قوت ہے۔ یا یہ کہ اے میری قوم کے لوگ تم ٹولیوں، ٹکڑیوں اور قبیلوں میں بٹے رہنے کی بجائے اپنے اندر جذباتی ہم آہنگی پیدا کرو، قومیت کا شعور بیدار کرو اور ایک مضبوط قوم بن کر دنیا کی متمدن وترقی یافتہ (ایران وروم) کی صف میں

شامل ہوجاؤ۔ اوراس ذات کریم نے کسی چینؔ، کسی روسؔ یا کسی پاکستانؔ اورامریکہؔ کا خوف وخطرہ بھی اپنی قوم کونہیں دلایا؛ بلکہ جو کچھ کہا وہ صرف یہ تھا کہ ایک اورصرف ایک خدائے برتر کے بندے بن جاؤ، اس کے بعد کہا کہ تم سب ایک آدم کی اولاد ہو، کسی کوکسی پر فوقیت اور برتری حاصل نہیں، الاّ یہ کہ وہ تقویٰ والا ہو۔ نسل، رنگ، قبیلہ اور زبان کا جو کچھ اختلاف ہے وہ محض اس لیے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ اس کے بعد بتلایا کہ ایک حقیقی خدا کے بندے بن کر زندگی گزارنے کا طریقہ یہ ہے کہ زندگی کے ہر مرحلہ اور موڑ پر اور ہر آن تم اپنے نفس کے ساتھ اور دوسرے بندگانِ خدا کے ساتھ عدل وانصاف کا برتاؤ کرو۔ اور یہ کہ تم جو بھی ظلم وزیادتی کروگے خواہ وہ اپنے ساتھ ہو یا حقیر سے حقیر نظر آنے والے بندۂ خدا کے ساتھ، اس کے لیے تمھیں مرنے کے بعد جواب دینا ہوگا۔ اگر تمہارے گناہ زیادہ ہوئے تو تم عذاب کے مستحق ہوگے، اور اگر تمہارے کاموں سے راضی ہوکر اللہ بخش دے تو تمہارا ٹھکانہ دائمی راحت ہوگا۔

یہی سیدھی سادی اور ہر کس وناکس کی سمجھ میں آجانے والی چند باتوں نے جواثر کیا وہ تاریخ انسانیت کا روشن ترین باب بن کر ہماری عبرت اور سبق کے لیے محفوظ ہے۔

کیا کوئی انکار کرسکتا ہے کہ اس تعلیم نے جب اپنا اثر دکھلایا تو چشم فلک نے وہ اتحاد، وہ وصل اور باہمی میل محبت کا وہ سماں دیکھا جس کی نظیر مشکل ہے۔ کیا کوئی اس سے انکار کرسکتا ہے کہ تمام مصنوعی امتیازات مٹ گئے، بندھن ٹوٹ گئے اور انسان کی تکریم وعزت، بڑائی چھوٹائی کا معیار صرف اس کے اخلاق اوراس کے تقویٰ والی ذاتی اوصاف کے سوا کچھ اورنہیں رہا۔ جو ساری زندگی باہمی شکستگی میں مبتلا رہے جب اسلام نے انھیں جوڑ دیا تو وہی ساری دنیا کو انسانیت کے اتحاد کا پیغام دینے والے بن گئے۔

افسوس! کہ ہمارے ملک میں کوئی اتحاد کی ان یقینی بنیادوں کو پیش نہیں کررہا ہے۔ حتی کہ مسلمان، جس کا خدا ایک، رسول ایک، قرآن ایک، ایمان ایک، حرم پاک بھی ایک ہے، وہ بھی ان سارے حقائق اور تعلیمات سے الگ کوئی اور دوسری راہِ اتحاد تلاش کرنے میں سرگرداں ہے۔

لڑکے لڑکیوں کے آزادانہ مخلوط تعلیم کے نقصانات

از: مولانا محمد اقبال گجرات

شعیب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ھارون: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بھائی صاحب کیا بات ہے بہت دنوں سے نظر نہیں آتے؟ کسی سفر میں گئے تھے یا کسی اچھے جوب میں لگ گئے ہو، اور یہ کاغذات اور فائلیں لے کر کہاں جارہے ہو؟

شعیب: بھائی صاحب! میں کہیں نہیں گیا تھا نہ کسی جوب میں لگا ہوا ہوں، بلکہ اس وقت یہ ہندوستان کے مسلمانوں کا سب سے اہم مسئلہ مسلم گرلز اسکول (Muslim Girl's School) کے چکر اور دوڑ دھام میں پڑا ہوا ہوں۔

ھارون: بھائی صاحب آخر مسلم اسکول کی کیا ضرورت ہے؟ سرکار ہمارے تمام مسائل روزی، روٹی، نوکری وغیرہ کو حل کرتی ہے، اور تمام سہولتیں ہم کو مہیا کرتی ہے، پھر ہم کو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ اسکولیں کھول کر اپنے کو ہندوستانی کلچر اور تہذیب سے الگ رکھنے کی کیا ضرورت ہے؟ نیز مسلم سماج کے اور بھی بہت سے مسائل ہیں۔ قوم کی گاڑھی محنت سے کمائی ہوئی کتنی بڑی رقومات عمارتوں کی تعمیر اور اس کے اسٹاف کی تنخواہوں میں صرف ہونگیں، اور پھر بھی ہمارا تعلیمی معیار سرکاری اسکولوں کے برابر نہیں ہوگا۔

شعیب:

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن ✿ کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت

بھائی! ہم اس ملک میں ایک جانور کی طرح صرف چرنے کے لئے نہیں آئے ہیں، ہم مسلمان ہونے کی حیثیت سے ایک انقلابی اور دعوتی پیغام لے کر اس ملک میں آئے ہیں، کھانے کمانے اور جسمانی راحت کے سارے نقشوں کے ساتھ روحانی وقلبی غذا یعنی اسلامی احکامات

واخلاقیات کا ایک بہت بڑا خزانہ ہمارے پاس ہے، جو ہر زمانہ میں ڈوبتی ہوئی انسانیت کو کنارے پہونچانے اور کسی جاں بلب سوسائٹی کو بچانے کی عملی صلاحیت رکھتا ہے۔ ماضی میں ہماری شاندار مسلم سوسائٹی نے دنیا کو بڑے بڑے فتنوں اور مصیبتوں سے نجات دلائی ہے۔ اور آج بھی قرآن کریم، سیرت نبوی ﷺ، فقہ وقانون اور اخلاقیات کا بیش بہا مستند ریکارڈ موجود ہے، لہٰذا اس ذہنی وقلبی سکون والی تعلیم ہماری نئی نسل خاص کرکے ہماری لڑکیوں (Girls) کو جو مستقبل کے سماج کی ماں کی حیثیت سے تربیت کی اہم ذمہ داری سنبھالنے والی ہیں۔ ان کے لئے نہایت ہی ضروری ہے اس کے لئے گاڑھے پیسے کی کمائی تو کیا؟ بلکہ قرض لے کر بھی ان کی اصلاح اور اسلامی کلچر پر ان کو باقی رکھا گیا، تو بھی ہمارا بہت بڑا کارنامہ ہوگا اور اس ملک کو اسپین بنانے والوں کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہوگا۔

بہت افسوس ہے کہ آپ کو یورپی تہذیب، ان کے سماج کی پریشانیوں اور مسائل کا علم نہیں، ان کے مسائل اس قدر پریشان کن ہیں کہ بظاہر اس کا کوئی علاج خود یورپین عقلمندوں کی سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ اور ہزاروں نت نئے مسائل نے ان کی سوسائٹی کے نظام کو مکمل طور پر بے کار کردیا ہے۔

ھارون: آپ بہت بڑا الزام یورپی سوسائٹی (Western Culture) پر لگا رہے ہو، اگر آپ کا دعویٰ سچا ہے تو ذرا تفصیل سے صحیح حوالوں اور ٹھوس ثبوت کے ساتھ اپنے دلائل پیش کریں۔

شعیب: ماشاء اللہ آپ نے تو میرے دل کی پکار سن لی، تو اب ذرا یورپی تہذیب کے اتار چڑھاؤ سننے کے لئے کان کے پردے کھول دیجئے، یورپ میں مرد عورت کے ایک دوسرے کے ساتھ اسکول کالج، کلب اور پارٹیوں میں آزادانہ اختلاط اور ننگے پن نے شہواتی جذبات کو اس طرح ابھارا کہ نکاح کا طریقہ ناکافی ثابت ہوا، چنانچہ آہستہ آہستہ آزاد جنسی تعلقات والا ذہن پیدا ہوا، نیا لٹریچر بڑے پیمانے پر شائع ہونے لگا، جس میں مرد عورت کے درمیان آزاد جنسی تعلقات کو فطری (Natural) اور بے ضرر قرار دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگ نکاح کو بوجھ سمجھ کر اس سے دور بھاگنے لگے، نوجوان لڑکے لڑکیوں نے نکاح کے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ جنسی تعلقات قائم کرکے رہنا شروع کردیا، نکاح کا بندھن ٹوٹ گیا، تو محبت والا تعلق نہیں رہا، بلکہ ہر ایک نے دوسرے سے اپنے فائدہ کی چیز تلاش کرنی شروع کی، جس کے نتیجہ میں کڑواہٹ پیدا ہوکر ایک دوسرے سے علیحدگی پیدا ہوئی۔ عورت کے معاشی استقلال نے طلاق کی کثرت میں اور

زیادہ اضافہ کیا، انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا ۱۹۸۴ء نے بتایا کہ دنیا کے صنعتی ملکوں میں طلاق کی شرح میں اضافہ کی وجہ عورتوں کا کمانے میں مردوں کا محتاج نہ ہونا ہے، ایک امریکی اخبار (The Plain Truth 1987) کے مطابق فرانس میں ۵۰ فیصد شادیاں طلاق پر ختم ہوتی ہیں، کناڈا میں ۴۰ فیصد اور امریکہ میں ۵۰ فیصد شادیاں طلاق پر ختم ہوتی ہیں، امریکہ کی دس عورتوں میں سے چھ وہ ہیں جو طلاق کا تجربہ کرچکی ہیں۔

زندہ کرسکتی ہے ایران وعرب کو کیونکر
یہ فرنگی مدنیت کہ جو ہے خود لب گور

اور مزید سنئے: برطانیہ میں جو بچے پیدا ہورہے ہیں، ان میں ہر پانچ میں ایک بچہ وہ ہوتا ہے، جو ناجائز جنسی تعلق کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے، اسی طرح ہر تین حمل میں سے ایک حمل غیرشادی شدہ جوڑوں کے ذریعہ قرار پارہا ہے۔

یہ ناجائز بچے اس حال میں دنیا میں آتے ہیں کہ انہیں نہ اپنے باپ کا علم ہوتا ہے، اور نہ اپنی ماں کا۔ وہ سرکاری اداروں میں پلتے ہیں۔ اور پھر جانور کی طرح سماج میں داخل ہوجاتے ہیں۔ مغربی ملکوں میں طلاق کی کثرت نے بھی یہی صورت حال پیدا کی ہے، مغربی ملکوں میں نکاح کا رشتہ بے حد کمزور ہوگیا ہے، معمولی معمولی باتوں میں عورت اور مرد کے درمیان طلاق ہوجاتی ہے، ان طلاقوں نے بہت بڑے پیمانہ پر وہ مسئلہ پیدا کیا ہے جس کو اجڑے ہوئے گھر (Broken homes) کا مسئلہ کہا جاتا ہے، عورت اور مرد جب طلاق لے کر جدا ہوتے ہیں تو عین اسی وقت وہ اپنے بچوں کو بھی ماں اور باپ کے سایہ سے محروم کردیتے ہیں۔ یہ تمام بچے معاشرہ میں جانوروں کی طرح پلتے ہیں۔ اور پھر انہیں کے اندر سے مجرمانہ کردار ابھرتے ہیں۔

انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا (۱۹۸۴ء) نے کم سن مجرمین کے موضوع پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ بیسویں صدی عیسوی کے بوکھلا دینے والے سماجی روگوں میں سے ایک روگ وہ ہے جس کو کم سنی کا جرم کہا جاتا ہے، یہ ایک عالمی روگ ہے اگرچہ کیفیت اور رفتار کے اعتبار سے ایک ملک اور دوسرے ملک میں فرق پایا جاتا ہے۔ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا ۱۹۸۴ء میں لکھا ہوا ہے کہ اس قسم کے بچے اکثر نفسیاتی بے اعتدالی (Psychophysical) میں مبتلا ہوتے ہیں، امریکہ میں ہرسال تقریباً ۳۰۰ بچے اپنے ماں باپ کو قتل کرتے ہیں

آسٹریلیا کی مشہور آزادی پسند خاتون محترمہ جرمین گریئر (Ms Germaine

(Greer نے بڑی عمر کو پہنچ کر یہ اعتراف کیا ہے کہ نوجوانی کی عمر میں آزادئ نسواں کے لئے ان کا جوش وخروش حقیقت پسندانہ نہ تھا، انھوں نے ایک انٹرویو (انڈین اکسپریس ۱۴؍جنوری ۱۹۸۷) میں کہا:

آج جو چیز پریشان کن ہے وہ آزاد صنفی تحریک کے نتائج ہیں، کم عمر لڑکیاں جو ۱۲، اور ۱۳ سال کی عمر میں مانع حمل گولیوں پر رہنے لگتی ہیں، اور وہ لڑکیاں جو ۱۵، اور ۱۶ سال کی عمر میں حاملہ ہوجاتی ہیں، مرد عورت کے ایک دوسرے کے ساتھ غلط تعلقات نے ایڈز جیسی مہلک بیماری کو جنم دیا ہے۔

ایڈز کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ایک متعدی مرض ہے، چنانچہ یہ مرض اب نئے قسم کے اچھوت پیدا کرنے کا سبب بن رہا ہے، جو مرد یا عورت ایک بار ایڈز میں مبتلا ہوجائے، لوگ ان سے دور بھاگنے لگتے ہیں، کیوں کہ انھیں اندیشہ ہوتا ہے کہ انہیں بھی یہ مرض لگ جائے گا، بعض مغربی ملکوں میں باربرشاپ پر اس قسم کے نشانات نظر آنے لگے ہیں جن کے اوپر لکھا ہوا ہوتا ہے کہ شیو کے لئے یہاں نہ آئیں: .No shaves here؛ حکومتی ذمہ داروں نے اس کو ایڈز ہسٹریا کہا ہے، تاہم باربر حضرات کا کہنا ہے کہ مریض کے چہرے کا پسینہ یا شیو کرتے ہوئے معمولی سا خون نکل آنا بھی بیماری کے پھیلنے کا سبب بن سکتا ہے، اس لیے احتیاطی طور پر ایسے مریضوں سے بچنا ضروری ہے۔

ٹائمس کے محققین کی جماعت نے تفصیلات پیش کرتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ اس مہلک مرض کا سب سے بڑا سبب آزادانہ جنسی تعلق ہے، اسی بنا پر اس مرض کو رنڈی کا مرض کہا جاتا ہے، یہ مرض بہت تیزی سے پھیلتا ہے، ایڈز کی ہلاکت خیزی کو دیکھ کر ایک مبتلائے مرض نے کہا: آہ! اس دنیا کا کیا ہوگا؛ اگر ہمارا حال یہ ہوجائے کہ ہم کو محبت کرنے کے لئے مرجانا پڑے، ایڈز اس صدی کی آفت ہے۔

تنگ آجائے گی خود اپنے چلنے سے دنیا
تجھ سے سیکھے گا زمانہ تیرے انداز کبھی

آزادانہ جنسی تعلق، جس کو مغرب میں خوبصورت طور پر آزادانہ محبت کہا جاتا ہے، وہ اب لوگوں کے لیے عذاب بنتا جارہا ہے، 1991 تک امریکہ میں ۲,۷۰,۰۰۰ افراد اس مرض میں مبتلا ہوچکے ہیں، جن کا علاج کرنا امریکی ڈاکٹروں کے قابو سے باہر ہے۔

قرآن مجید میں ہدایت کی گئی تھی کہ عورتوں کے ساتھ جنسی تعلق قید نکاح میں لاکر کرو، نہ کہ بدکاری کے طور پر کرنے لگو (محصنین غیر مسافحین، مائدہ:۵) مفسرین نے قرآن کی اس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں کی ہے کہ عورتوں کے ساتھ نکاح کے ذریعہ تعلق قائم کرو، نہ کہ زانی بن کر (یعنی متزوجین غیر زانین) تجربات نے بتایا کہ یہی طریقہ صحیح فطری طریقہ ہے، مناکحت اور مسافحت میں اتنا زیادہ فرق ہے کہ ایک اگر زندگی ہے تو دوسرا موت، ایک طریقہ انسانی سماج کے لئے رحمت ہے، تو دوسرا طریقہ انسانی سماج کے لئے عذاب۔

ھارون: آج کی موڈرن دنیا میں عورت کا گھر سے باہر نکلنا اور مردوں کے ساتھ مل کر کام کرنا ضروری ہے۔ آج مسلمانوں کے علاوہ تمام قوموں کی عورتیں حکومت اور پارلیمنٹ کے ایوان میں، آفسوں اور فیکٹریوں میں مردوں کے شانہ بہ شانہ ملازمت کی وجہ سے ترقی پر گامزن ہے، جب تک مسلمان عورتیں آگے نہیں آئیں گی وہاں تک مسلم قوم ترقی نہیں کرسکتی ہے۔

شعیب: بھائی! آزادئ نسواں کے دلفریب نعروں نے ہی یورپ کی عورتوں کو گھسیٹ کر سڑکوں پر لا کھڑا کیا، اسے دفتروں میں کلرک اور اجنبی مردوں کی پرائیویٹ سیکریٹری کا اعزاز بخشا گیا، تجارت چمکانے کے لئے سیلز گرلز اور ماڈل گرلز کا شرف بخشا گیا، اس کے ایک ایک عضو کو برسرِ بازار رسوا کرکے گاہکوں کو مال خریدنے کی دعوت دی گئی، تجارتی اداروں کے لئے ایک شوپیس (Show Piece) اور مرد کی تھکن دور کرنے کا تفریحی کھلونا بنایا گیا، دنیا بھر کے تمام نچلے درجے کے کام عورت کے سپرد کئے گئے، پروپیگنڈے کی قوتوں سے یورپی تہذیب نے یہ عجیب وغریب فلسفہ لوگوں کے ذہنوں پر مسلط کردیا کہ عورت اگر گھر میں اپنے شوہر، ماں باپ، بھائی اور اولاد کے لئے گھر کے کام کاج کرے تو یہ قید اور ذلت ہے، لیکن وہی عورت اجنبی مردوں کے لئے کھانا پکائے، ان کے کمروں کی صفائی کرے، ہوٹلوں اور جہازوں میں ایئر ہوسٹس بن کر سینکڑوں انسانوں کی ہوسناک نگاہوں کا نشانہ بنے، دکانوں پر اپنی مسکراہٹوں سے گاہکوں کو متوجہ کرے، دفتر میں افسروں کی ناز برداری کرے، تو اس کا نام آزادی اور اعزاز ہے، اس کے بعد بھی عورت تو مردوں کے ظلم کا بدستور شکار رہی، آفس اور گھر کے دوسرے بوجھ تلے دبنے کے بعد بھی مرد ان کی پٹائی کررہے ہیں، زنا بالجبران کے ساتھ ہورہا ہے۔

آزادی نسواں کے بعض علم برداروں کا کہنا ہے کہ امریکہ میں ایک بدکاری کلچر پیدا ہوچکا ہے، جس میں مردوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے کہ وہ عورتوں کے ساتھ جارحانہ برتاؤ کریں۔

فساد قلب ونظر ہے فرنگ کی تہذیب
کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف

ایک جائزہ کے مطابق امریکہ میں ہر ۱۸ سیکنڈ میں ایک عورت ماری جاتی ہے، کبھی اپنے شوہر کے ہاتھوں اور کبھی اپنے دوست لڑکے کے ہاتھوں۔

ٹائم میگزین امریکہ کی ۱۹۷۲ کی رپورٹ کا خلاصہ یہ تھا کہ سائنس کے تمام متعلقہ شعبوں کی تحقیق کے مطابق مرد ہی جنس غالب (Dominant Sex) ہے، مرد عورت کے درمیان جو فرق پایا جاتا ہے وہ محض جنسی اعضاء کی خاص شکل، رحم کی موجودگی، حمل یا طریقۂ تعلّم کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ نسیجوں کی بناوٹ سے پیدا ہوتے ہیں جو پورے نظام جسمانی میں خصوصی کیمیائی مادّے کے سرایت کرنے سے ہوتے ہیں، جو کہ خصیت الرحم سے نکلتے ہیں، عورت کے جسم کے ہر خلیے میں زنانہ پن کا اثر موجود ہوتا ہے۔

امریکی سرجن Edgar Berman کا فیصلہ ہے کہ عورتیں اپنی ہارمون کیمسٹری کی وجہ سے اقتدار کے عہدے کے لئے جزبانی ثابت ہوسکتی ہیں میل ہارمون اور فیمل ہارمون کا فرق دونوں میں پیدائشی ہے۔

موجودہ زمانہ میں خالص علمی طور پر یہ بات تسلیم کرلی گئی ہے کہ مرد اور عورت کے درمیان بنیادی پیدائشی فرق پائے جاتے ہیں، انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا ۱۹۸۴ میں خواتین کی حالت پر ایک مفصل مقالہ ہے اس مقالہ کا ایک ذیلی عنوان یہ ہے: Scientific studies of male-female defferences (مرد اور عورت کے فرق کا علمی مطالعہ) مقالہ کے اس حصہ میں مقالہ نگار نے دکھایا ہے کہ جدید تحقیقات ثابت کرتی ہیں کہ عورت اور مرد کے درمیان عین پیدائشی بناوٹ کے اعتبار سے فرق پایا جاتا ہے۔

ھارون: ماشاء اللہ، آپ نے تو یورپی تہذیب وکلچر کے بارے میں ایسی باتیں بتائیں جس سے میں اتنا واقف نہیں تھا، لیکن میرا آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا اہل یورپ کو ان باتوں کا شدید احساس ہے؟ کیا انکا سنجیدہ طبقہ اپنے سماجی بگاڑ کا سبب مرد عورت کے مخلوط نظام تعلیم کو مانتا ہے؟

شعیب: جی ہاں، اب یورپ اور امریکہ کو معلوم ہو چکا ہے کہ فطرت اور نیچر کی خلاف ورزی نے ایسے ایسے مسائل پیدا کئے ہیں جن کا حل موجودہ یورپی تہذیب وحکومتوں کے پاس نہیں

ہے، اب خود وہی لوگ اس طریقہ کے مخالف ہیں، جو پہلے عورتوں کی آزادی کے حامی تھے۔

یہی بات انگلینڈ کی ایک ماہر نفسیات Psychologist اولیور جیمز Oliver James نے مس ڈیانا کی موت کے پس منظر میں تفصیل سے لکھتے ہوئے کہا ہے کہ انگلینڈ اور ویلز کے پولیس ریکارڈ کے مطابق ۱۹۵۰ میں تشدد آمیز جرائم کی تعداد ۶۰۰۰ تھی، جبکہ ۱۹۹۶ میں یہ تعداد دو لاکھ انتالیس ہزار (۲,۳۹,۰۰۰) ریکارڈ ہوئی ہے، آج کا نوجوان افسردگی (Depression) کا شکار ہے، ماں باپ میں فاصلے بڑھ گئے، والدین اور بچوں کے تعلقات میں فرق ہوگیا ہے، بوڑھے ماں باپ اوراولاد کے بندھن ٹوٹ گئے، مس اولیور (Oliver) آگے لکھتی ہیں کہ مس ڈیانا بھی بدمزہ شادی اور پھر طلاق کے قصوں کے علاوہ ہماری سوسائٹی کی عورتوں والے انہیں مسائل کا شکارتھی، اوراس کے لئے یادگاری رجسٹروں میں دستخط کرنے والی بھی ۸۰ فیصد عورتیں ہی تھی۔

یورپی آقاؤں کی داستان غم اور سنئے، ترقی کے بجائے تنزل:

امریکی میگزین ٹائم ۲۹ دسمبر ۱۹۸۶ کی ایک اسپیشل نمبر میں لکھا ہے کہ امریکی عورت نے ماں کی ذمہ داری اور گھر کی ذمہ داری کو پندرہ سال پہلے چھوڑ دیا تھا تاکہ وہ روزگار کے بازار میں اپنی جگہ بناسکے، اب وہ ان تینوں ذمہ داریوں کوسنبھالنے کے نازک کام کی کوشش کررہی ہے، امریکی مرد اپنے آپ کوایک نئی سخت دنیا میں پارہاہے اور بمشکل ہم آہنگی کی کوشش کررہاہے، جب امریکی مرداورعورت ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں، جیسا کہ شادی شدہ جوڑوں کی نصف تعداد آج کل کرتی ہے، تو امریکی بچہ اپنے سرپرستوں سے محروم ہوکرایسا محسوس کرتا ہے کہ وہ کسی سہارے کے بغیر پروان چڑھ رہاہے۔

بیسویں صدی کے آخر میں پہنچ کر امریکہ کا دانشور طبقہ اس بات کا اعتراف کررہا ہے کہ بیسویں صدی کے آغاز میں امریکہ نے جس چیز کوترقی کا زینہ سمجھ کراختیار کیا تھا، وہ اس کے لیے صرف بربادی کا زینہ ثابت ہوا ہے، عورت کوگھر سے باہر نکالنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ امریکہ کا خاندانی نظام بالکل منتشر ہوکررہ گیا، مزید یہ کہ عورت کو''آزاد'' کرانے کا خوش نما منصوبہ عملاً ازدواجی زندگی کوغیر مستحکم بنانے کا ذریعہ ثابت ہوا، اوراس کے نتیجہ میں بے شمار معاشرتی خرابیاں پیدا ہوگئیں۔

اب امریکہ میں اس سابقہ فکر پرنظر ثانی کا ذہن پیدا ہورہاہے، مگر جدید عورت چونکہ دوبارہ گھریلوعورت بننے کے لیے تیارنہیں ہے، اس لیے جوعورت نئی زندگی اختیار کرتی ہے اس کے حصہ

میں صرف یہ آرہا ہے کہ وہ باہر کی ذمہ داریوں کے ساتھ گھر کی ذمہ داریوں کا بوجھ بھی اٹھائے، کیسی عجیب ہے وہ ترقی جس کا نتیجہ بربادی کی صورت میں ظاہر ہو، کیسی عجیب ہے وہ آزادی جو عملاً غیر آزادی بن جائے۔

ھارون: اچھا تو اسلام نے عورتوں اور مردوں کے آپسی تعلقات کے سلسلہ میں کیا تعلیم دی ہے، اور عورتوں کے متعلق کیا احکام ہیں؟

شعیب: بھائی! قرآن اور حدیث میں نہایت تفصیل کے ساتھ عورت کے متعلق احکام ہیں، نیز عورت اور مرد کے باہمی تعلقات کے بارہ میں واضح تعلیمات درج ہیں، میں ان میں سے کچھ آیتیں اور حدیثیں بیان کرتا ہوں۔

وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی ان تکرھوا شیئا ویجعل اللّٰہ فیه خیرا کثیرا (النساء : ۱۹)

اور عورتوں کے ساتھ اچھی طرح گزر کرو، اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تم کو پسند نہ ہو، مگر اللہ نے اس میں تمہارے لیے بہت بڑی بھلائی رکھ دی ہو۔

ولھن مثل الذی علیھن بالمعروف وللرجال علیھن درجة واللّٰہ عزیز حکیم (البقرة: ۲۲۸)

اور عورتوں کے لیے بھی معروف طریقہ وہی ہے جو مردوں کے لیے ہے، اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے، اور اللہ غالب ہے حکیم ہے۔

للرجال نصیب مما ترك الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترك الوالدان والاقربون مما قل منه او کثر نصیبا مفروضا (النساء:۷)

مردوں کیلئے اس میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا، اور عورتوں کے لیے اس میں حصہ ہے جو ماں باپ اور رشتہ داروں نے چھوڑا، خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ مقرر ہے۔

ومن آیاته ان خلق لکم من انفسکم ازواجا لتسکنوا الیھا وجعل بینکم مودة ورحمة (الروم: ۲۱)

اور اللہ کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری جنس سے بیویاں پیدا کی تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔

اور احادیث مبارکہ میں بھی اس سلسلے کی بہت سی ہدایات مذکور ہیں، آپ ﷺ نے ارشاد

فرمایا:

ما اکرم النساء الا کریم وما اھانھن الا لئیم (حدیث)

عورتوں کی عزت وہی شخص کرے گا جو شریف ہو اور عورتوں کو وہی شخص بے عزت کرے گا جو کمینہ ہو۔

خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی (حدیث)

تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ اچھا ہو، اور میں اپنے گھر والوں کے لیے تم میں سب سے اچھا ہوں۔

لا یفرك مؤمن مؤمنة ان کرِہ منھا خُلقا رضی منھا آخر (مسلم)

کوئی مؤمن مرد کسی مؤمن عورت سے نفرت نہ کرے اگر اس کی کوئی خصلت اس کو ناپسند ہوگی تو کوئی دوسری خصلت اس کی پسند کے مطابق ہوگی۔

اکمل المؤمنین ایمانا احسنھم خلقا وخیارکم خیارکم لنساءکم (ترمذی)

مؤمنین میں سب سے کامل ایمان والا وہ ہے جو اخلاق میں سب سے اچھا ہے، اور تم میں سب سے اچھا وہ ہے جو اپنی عورتوں کے لیے اچھا ہو۔

ایک حدیث میں اچھی عورت کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے، حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: سب سے بہتر عورتیں کون ہیں؟ فرمایا: وہ عورت کہ مرد جب اسے دیکھے تو وہ اس کو خوش کردے، اور مرد جب کسی کام کے لیے کہے تو وہ اس کی اطاعت کرے اور اپنے نفس اور اپنے مال میں وہ مرد کی مرضی کے خلاف کچھ نہ کرے۔

تمام آیات واحادیث کا حاصل یہ ہے کہ عورتوں سے معاملہ کرتے ہوئے ہمیشہ یہ ذہن میں رکھو کہ عورتیں فطری طور پر نازک اور جذباتی ہوتی ہیں، اللہ نے مخصوص مصالح کے تحت انھیں بالارادہ ایسا ہی بنایا ہے، اس لیے تم ان کے ساتھ ہمیشہ نرم برتاؤ کرو۔ کوئی بات بتانا ہو تو نرمی اور خوش اسلوبی کے ساتھ بتاؤ اگر تم ان کے ساتھ سختی کروگے تو ان کی شخصیت اس کا تحمل نہ کرسکے گی، ان کا دل اسی طرح ٹوٹ جائے گا جس طرح پسلی سیدھا کرنے میں ٹوٹ جاتی ہے۔

یہ ہے عورت کے بارے میں اسلامی اخلاق وتعلیم، جو دنیا کے کسی بھی مذہب، سماج اور قانون میں اس کو آج تک میسر نہیں ہوسکے۔

ھارون: کیا اسلام کی یہ اعلیٰ اور اخلاقی تعلیم یورپ کی عورتوں تک نہیں پہنچی ہے؟ جس

سے وہ بھی فائدہ اٹھائیں اور یورپی سوسائٹی کے بگاڑ کو دور کرسکے، یا پھر ان کو جان بوجھ کر اس سے دور رکھا جاتا ہے؟

شعیب: بھائی! صحیح بات یہ ہے کہ ان کو اسلام سے دور رکھا جارہا ہے، اور ان کے سامنے یہ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے کہ اسلام عورتوں کا دشمن ہے، ان کی حق تلفی کررہا ہے، حالانکہ اسلام نے ۱۴۰۰ سال قبل سب سے پہلے عورت کو وراثت میں شریک کرکے مال ودولت کا اس کو حق دار بنایا، جبکہ یورپ نے پچھلے سو سال سے اس کو وراثت میں حصہ دار بنایا، حضرت ہاجرہؓ کے ایک عمل کی یاد میں صفا مروہ کے چکر لگا کر عورت کی قربانی کو قیامت تک باقی رکھا، یورپ کی عورتیں اب الحمدللہ اسلامی تعلیمات سے واقف ہوکر اسلام میں خوف کثرت سے داخل ہورہی ہیں، یہ دیکھئے لندن ٹائمنر کے حوالے جس میں عورتیں اسلام لاکر بہت خوش ہیں۔

برطانیہ کی جن نومسلم خواتین سے ''لندن ٹائمنر'' کے نمائندہ نے گفتگو کی اس کو ان خواتین نے بتایا کہ ہمارے لئے اسلام میں کشش کا سبب یہ ہوا کہ اسلام مرد اور عورت دونوں کے لئے الگ الگ دائرۂ کار تجویز کرتا ہے، جو دونوں کی جسمانی اور حیاتیاتی سانچوں کے عین مطابق ہے، ان کے نزدیک مغرب کی ''تحریک نسواں'' Feminism درحقیقت عورت کے ساتھ بغاوت تھی۔ تحریک آزادئ نسواں پر تبصرہ کرتے ہوئے ان خواتین نے کہا کہ اس کا مطلب سوائے اس کے کچھ نہیں کہ عورتیں مردوں کی نقالی کریں، یہ ایک ایسا عمل ہے جس میں نسوانیت کی اپنی کوئی قدر وقیمت باقی نہیں رہتی۔

لندن ٹائمنر لکھتا ہے کہ بہت سی نومسلم خواتین نے اسلام اور مغرب کا تقابل کرتے ہوئے یہ تبصرہ کیا کہ اسلامی تعلیمات میں عورت کو زیادہ تقدس اور عظمت حاصل ہے جو مغرب میں عورت کو حاصل نہیں اور ان کے نزدیک مغرب کی تحریک آزادی نسواں کا اس کے سوا نتیجہ نہیں ہوا کہ عورت دوہرے بوجھ تلے دب گئی ہے۔

ھارون: بھائی آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے عورتوں کے سلسلے میں اسلامی صحیح تعلیم اور یورپ کی طرف سے عورتوں کے ساتھ منافقانہ چالبازیوں کا پردہ فاش کرکے ''دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی'' الگ کردیا۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جنت کا راہی

شہید اسلام حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلالپوری شہیدؒ.... سیرت و کردار

(۲)

از: (مولانا) زبیر احمد صدیقی
خادم جامعہ فاروقیہ شجاع آباد (ملتان)

مسلکی تصلّب

رحمتِ دو عالم جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ بنی اسرائیل بہتر (۷۲) فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے، میری اُمت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں ایک جماعت نجات یافتہ ہوگی باقی دوزخی ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا نجات یافتہ جماعت کون سی ہوگی؟ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو جماعت میرے اور میرے صحابہؓ کے نقشِ قدم پر چلنے والی ہوگی وہ نجات پانے والی ہوگی۔ اس پیشین گوئی کے مطابق ہر دور میں کچھ جماعتیں اسلام کے شجرِ ثمر دار سے کٹ کر بے ثمر اور بے سایہ بن کر ضائع ہوتی رہیں اور حق کے راستے سے ہٹی رہیں۔ ہر زمانے کے اہلِ حق علماء کا فریضہ رہا ہے کہ وہ صراطِ مستقیم سے ہٹنے والی ان جماعتوں کی نشاندہی کریں اور حق کو باطل سے ممتاز اور جدا رکھ کر تلبیس حق و باطل نہ ہونے دیں۔ صراطِ مستقیم پہ چلنے والی جماعتِ حق وہی ہے جو توحید و سنت پہ قائم ہو، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو معیارِ حق جانے اور انہیں اپنا مقتدا و پیشوا بنائے اور حضور علیہ السلام و صحابہ کرام کی سنت کو مدوّن کرنے والے ائمہ مجتہدین کے اجتہاد کو معتبر جانتے ہوئے دین کی تعبیر و تشریح کے حوالے سے اُمت کی مسلّمہ علمی و عملی شخصیات، اسلاف و اکابر پر مکمل اعتماد کرے۔ علماء کے اجماع کو حق جانے اور قرآن کریم کی تفسیر اُمت کے اجماعی نظریات و عقائد اور سلف کی تعبیر و تشریح کے مطابق کرے۔ بصورتِ دیگر صراطِ مستقیم نصیب نہیں ہوتا۔

حضرت مولانا سعید احمد جلال پوری شہید نوّر اللہ مرقدہٗ اہل السنّت والجماعت کے نظریات کے امین اور داعی و مفکر تھے، انہیں اپنے اکابر و اسلاف پر مکمل اعتماد تھا، وہ سلف بیزار قوتوں سے شدید متنفر تھے۔ وہ ایسے لوگوں کو اہل السنّت والجماعت سے خارج گردانتے تھے۔ انہوں نے تادمِ زیست اپنے شیخ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کی طرح منکرینِ ختم نبوت، منکرینِ صحابہ، منکرین ائمہ مجتہدین، منکرین اجماعِ امت، منکرینِ حیاۃ النبی ﷺ اور سلف بیزار فتنوں کے خلاف جہاد فرمایا۔ ان کی تقریر و تحریر اہل السنّت والجماعت کی مکمل وکالت کرتی اور بڑے سلیقہ اور علمی انداز سے وہ تمام فتنوں کو ناک آؤٹ کرتے۔

حضرت مولانا جلال پوری شہیدؒ علماء دیوبند کو صحیح اہل السنّت والجماعت سمجھتے تھے، وہ فرماتے تھے کہ جس مسئلہ میں امام اہل السنّت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ اور حضرت مولانا قاضی مظہر حسین رحمہ اللہ خلیفہ مجاز حضرت شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنیؒ متفق ہوں، بس وہ میرا عقیدہ ہے۔

دورِ حاضر کے جدید فتنوں پر بھی ان کی کڑی نظر تھی، وہ ان کے گمراہ کن نظریات سے بخوبی آگاہ اور ان کے رَد کے لئے سرگرمِ عمل رہا کرتے تھے۔ انہوں نے بینات کے ادارتی صفحات پر ''بصائر وعبر'' میں اسلامی نظریاتی کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر خالد مسعود کی دین کے حوالے سے غلط تعبیر وتشریح پر مدلل مضامین تحریر فرمائے۔ جاوید غامدی نامی نام نہاد سکالر نے بھی میڈیا پر گمراہی کا ایک بہت بڑا دروازہ کھول رکھا ہے، جس نے داڑھی، پردہ، حدود و قصاص سمیت کئی ایک شعائر اسلامی اور احکامِ خداوندی میں تحریف کا راستہ اختیار کیا اور اس کے دامِ فریب میں ایک بڑے علمی خاندان کے ایک چشم و چراغ بھی آ گئے، مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس بارے سخت متفکر اور پریشان تھے۔ شہادت سے ایک ماہ قبل مورخہ ۱۰ ؍فروری ۲۰۱۰ء جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں تشریف لائے، اجلاس سے فراغت کے بعد اہلِ علم کی رُخصتی کے موقع پر کھڑے کھڑے انہوں نے علماء کرام کو اس فتنہ کی جانب متوجہ فرمایا اور گفتگو کا یہ سلسلہ اتنا دراز ہوا کہ راقم الحروف اپنی دیرینہ علالت کی وجہ سے کھڑے رہنے سے عاجز آ گیا، کئی بار بیٹھنے کی مؤدبانہ درخواست کی لیکن موضوع کی دلچسپی اور گفتگو کے انہماک کی وجہ سے وہ میری درخواست پر غور نہ فرماسکے، بالآخر بندہ کے لئے ایک جانب کرسی پر بیٹھ جانے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ رہا۔

شہادت سے قبل انہوں نے مدعیٔ نبوت یوسف کذاب علیہ ما علیہ کے جھوٹے خلیفہ اول زید

حامد کے مکر وفریب اور دجل کا پردہ چاک فرمایا۔ زید حامد ان دنوں ایک ٹی وی چینل پر اپنے تئیں طالبان کا نمائندہ، امریکہ ویورپ کا مخالف اور اسلام کا ترجمان بنا ہوا ہے۔ جبکہ یہی زید جو کبھی زید زمان اور آج زید حامد ہے ماضی قریب میں یوسف کذاب ولعین کا ہمدرد، کیس میں اس کا معاون اور اس کا قریبی ساتھی تھا۔ اسے بری کرانے کے لئے وہ ہر قسم کے حربے استعمال کرتا رہا۔ یوسف کذاب کے جہنم رسید ہو جانے کے بعد وہ منظر سے غائب ہو گیا اور پھر وہ زید حامد کے نام سے نئے روپ میں قوم کے سامنے آکر پَر تولنے لگا۔

مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ نے اس کا پردہ چاک فرمایا اور ''رہبر کے روپ میں راہزن'' کے نام سے ایک تفصیلی مقالہ تحریر فرمایا جو روزنامہ اسلام میں ''ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ'' کے عنوان سے تین قسطوں میں شائع ہوا اور آخری قسط اسی روز شائع ہوئی جس روز شام کو وہ برسرِ عام قتل کردیے گئے۔

اس مقالہ میں مولانا شہیدؒ نے اس مکار وعیار کے راہزن ہونے کو مدلل انداز میں پیش فرمایا۔ اس عیار کی عیاری طشت از بام ہوئی تو اس کے سامنے اپنے تحفظ کے لئے مولانا شہید کو اپنے راستہ سے ہٹانے کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہ رہا۔ یوں مولانا سعید احمد جلال پوری شہید ناموسِ رسالت کے تحفظ کیلئے جھوٹے نبی اور اس کے پیروکاروں کے خلاف جہاد کرتے ہوئے شہید کر دیے گئے۔

مولانا شہیدؒ کی حیات میں یہ مکار تقیہ کرتے ہوئے یوسف کذاب سے اظہارِ برأت کر دیا کرتا تھا لیکن مولانا کی شہادت کے بعد زید حامد یوسف کذاب کا حامی اور اس کا وکیلِ صفائی بن گیا ہے۔ چنانچہ اس لنک '' http://www.youtube.com/user/brasstackspk#p/u/12/8Ou5MFt8GuA '' پر اس کی طرف سے یوسف کذاب کی صفائیاں اور صحابیت و خلیفہ کی اسلامی اصطلاحات میں تحریفات کر کے اپنے آپ کو اور یوسف کذاب کو مسلمان ثابت کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ یوں مولانا شہیدؒ کے موقف کو زید زمان نے اپنی زبان سے تسلیم کر کے یوسف کذاب کے ساتھ اپنے ناطہ کو تسلیم کرلیا ہے۔

سماجی خدمات

مولانا سعید احمد جلال پوری شہید رحمہ اللہ اپنی ذات میں ایک انجمن تھے، وہ اکیلے ایک

جماعت کا کام سرانجام دیتے تھے۔ انہیں حق تعالیٰ نے خدمتِ اسلام کے ساتھ خدمت و ہمدردیٔ انسانیت کا جذبہ بھی عطا کیا تھا۔ یہ وصف علماء ربانیین کو جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وراثت میں ملا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آپ کی زوجہ محترمہ اُم المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ارشاد گرامی ہے:

انك لتصل الرحم وتحمل الكل وتكسب المعدوم ، وتقرئ الضيف، وتعين على نوائب الحق...... (صحیح بخاری شریف ص ۵۷۔۵۸ مکتبہ رحمانیہ)

حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلال پوری شہیدؒ بھی **تحمل الكل، وتكسب المعدوم** کا مصداق بن کر بیسیوں مدارس کا بوجھ اپنے سر پر لادے ہوتے تھے۔ وہ ضرورت مندوں کی ضرورت کو خاموشی کے ساتھ پورا کر دینے کے عادی تھے۔ عام سماجی ورکروں کے برعکس انہوں نے سینکڑوں ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کیا، مریضوں کے علاج کروائے، دائمی مریضوں کی ادویات کا مستقل انتظام کروایا، کئی حضرات کے لئے باقاعدہ غلہ کا انتظام فرمایا، متعدد مستحقین سے مکانات کی تعمیر کیلئے تعاون فرمایا، کئی ایک بیوگان کا خرچ اٹھایا، کئی یتیموں کا سہارا بنے لیکن کانوں کان کسی کو خبر نہ ہونے دی۔ نہ تشہیر کی اور نہ ہی اعلان۔ وہ درمند انسان تھے۔ جہاں تک بس میں ہوتا لوگوں کے غموں کا مداوا فرماتے۔

پاکستان بھر سے اہلِ مدارس آپ کی خدمت میں تشریف لاتے، آپ کو اپنے مدارس کی ضروریات سے آگاہ فرماتے، آپ حتی المقدور خود بھی تعاون فرماتے اور اہلِ ثروت کے نام تعاون کے لئے ترغیبی خطوط بھی تحریر فرمادیتے۔ بسا اوقات وہ اہلِ مدارس کے تقاضے پر اہلِ خیر کو فون فرما کر شفاعتِ حسنہ کا اجر حاصل فرماتے۔

حضرت مفتی سعید احمد جلال پوری شہیدؒ جہاں غریبوں، مسکینوں، یتیموں، مریضوں، معذوروں، بیوگان، اہلِ مدارس اور مساجد کے محسن تھے وہاں وہ اہلِ خیر اور اہلِ ثروت کے بھی بے پناہ مشفق تھے۔ حضرت کی برکت سے ان حضرات کی زکوٰۃ، صدقات، عطیات صحیح اور مستحق جگہوں پر خرچ ہوتیں اور حضرت شہید اپنا قیمتی وقت صرف فرما کر ان لوگوں کے عطیات صحیح مصارف پر خرچ کرانے کی بذاتِ خود بھی نگرانی فرماتے۔

حضرت شہیدؒ اپنے اکابر واسلاف اور حضراتِ صحابہ کی سنت پر عمل پیرا تھے کہ کروڑوں روپے خرچ فرمائے لیکن اپنی ذات اور اہلِ خانہ کی پرواہ نہیں فرمائی۔ جزاہ اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

حضرت شہیدؒ کے غیر معروف رفاہی اور سماجی خدمات تو اَن گنت اور بے شمار ہیں، وہ دینی مدارس اور ادارے جن کی وہ مکمل یا جزوی کفالت فرماتے ان کی بھی صحیح تعداد اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے یا حضرت شہیدؒ ہی جانتے تھے۔لیکن ایسے دینی ادارے جن کی نسبت حضرت شہیدؒ کی طرف معروف ہے اور حضرت شہیدؒ نے اپنے آخری رسالہ ''رہبر کے روپ میں راہزن'' کے آخر میں ان کا ذکر فرمایا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی: اس جماعت سے آپ کی والہانہ وابستگی ڈھکی چھپی نہیں وہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے مشن کو زندگی بھر اپنائے رہے اور ختم نبوت کے مشن پر ہی حضرت شہیدؒ نے اپنی جان کا نذرانہ پیش فرمایا۔

۲۔ مہتمم جامعہ امام ابو یوسف شادمان ٹاؤن کراچی

۳۔ مہتمم مدرسہ حفصہ للبنات۔ ملیر کراچی

۴۔ مہتمم مدرسہ قرآن کریم یوسفیہ شانتی نگر کراچی

۵۔ خطیب جامع مسجد باب رحمت شادمان ٹاؤن کراچی

۶۔ رکن شوریٰ جامعہ مدنیہ بہاولپور

۷۔ رکن شوریٰ جامعہ فاروقیہ شجاع آباد ضلع ملتان

واضح رہے کہ حضرت والا جب جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے رکن شوریٰ بنائے گئے اس وقت جامعہ میں درجہ سادسہ بنین اور خاصہ بنات تک تعلیم ہوتی تھی۔طلباء وطالبات کی تعداد بھی تین صد سے زائد نہ تھی جبکہ جامعہ کا کل رقبہ 2 کنال تھا، حضرت کی سرپرستی کی برکت سے اس وقت جامعہ میں بنین و بنات کے دورۂ حدیث شریف سمیت دورۂ تفسیر قرآن کریم معہ تقابل ادیان ومسالک جملہ درجات کی تعلیم دی جارہی ہے اور جامعہ کا رقبہ ۳۳ کنال، طلباء وطالبات کی تعداد پندرہ سو کے قریب ہے۔

۸۔ رکن شوریٰ جامعہ حسینیہ علی پور

۹۔ رکن شوریٰ جامعہ قادریہ حنفیہ ملتان

اس کے علاوہ آپ اپنے آبائی گاؤں نوراجہ بھٹہ جلالپور پیروالا ملتان میں اپنے والد گرامی حضرت جام شوق محمد صاحب رحمہ اللہ کے قائم کردہ مدرسہ ومسجد جس کی نگرانی آپ کے بھائی قاری فاروق احمد صاحب فرمارہے ہیں، کی بھی مکمل سرپرستی وکفالت فرماتے۔

نیز سینکڑوں دینی کتب کی اشاعت اور قیمتی کتب کی خریداری کے بعد ان کی تقسیم بھی حضرت کے سماجی کارناموں میں شامل ہے۔

علمی وادبی خدمات

حضرت جلالپوری شہید رحمہ اللہ کو باری تعالیٰ نے بے پناہ علمی اور ادبی صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ آپ نے زندگی بھر قال اللہ وقال الرسول کی صدا بلند فرمائی۔ طلبِ علم میں دیوانہ وار مختلف اساتذہ کرام کے سامنے زانوئے ادب تہہ فرمائے، آپ اپنے آبائی علاقہ نوراجہ بھٹہ، طاہر والی، ظاہر پیر، کبیر والہ، شجاع آباد، کراچی مختلف اساتذہ کرام سے علومِ نبویہ حاصل کرتے رہے۔ فراغت کے بعد آپ نے مختلف دینی مدارس میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ آپ کو حق تعالیٰ نے تحریر وادب میں یدِ طولیٰ مرحمت فرمایا تھا۔ آپ کے علمی ادبی مضامین ماہنامہ بینات، ہفت روزہ ختم نبوت، روزنامہ اسلام، روزنامہ جنگ، ماہنامہ دارالعلوم دیوبند اور کئی ایک جرائد و رسائل اور اخبارات کی زینت بنتے رہے۔ بینات کے ادارتی صفحات پر آپ کے علمی وادبی جواہر پارے بکھرے ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی تصنیفات میں معارف بہلوی ۵ جلدیں، بزمِ حسین دو جلدیں، حدیثِ دل ۳ جلدیں، پیکر اخلاص، فتنہ گوہر شاہی، تخریج ونظر ثانی آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۱۰ جلدیں معروف ومشہور ہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے قلم کی سلاست نصیب فرمائی تھی۔ آپ کی تحریر قاری کے دل میں اتر جاتی، قاری جب آپ کی تحریروں کو پڑھنا شروع کرتا، مکمل کرنے تک چھوڑنے کو جی نہ چاہتا۔ آپ کے قلم میں ثقل کی بجائے چاشنی ہوتی۔ الفاظ کو موتیوں کی طرح آپ تحریر کی لڑی میں پرو دیتے۔ یوں لگتا تھا کہ آپ کے قلم کے سامنے الفاظ ہاتھ جوڑے کھڑے ہیں۔ حسنِ الفاظ، استعارات، مرادفات کے ساتھ آپ کی تحریریں اور مضامین معنی خیز اور علمی بھی ہوا کرتے تھے۔ آپ نے اپنی تحریروں کے ذریعے اصلاحِ عقائد واصلاحِ اعمال کی خدمت سرانجام دی۔ حکمرانوں، اربابِ اختیار کو مصیب مشوروں سے نوازا، اعلاء کلمۃ اللہ، کفر و زندقہ، الحاد و ارتداد، بے دینی اور فتنوں کا تعاقب فرمایا۔ خلقِ خدا کی خیر خواہی اور انسانوں کی ہمدردی فرمائی، قرآن وسنت کی اشاعت اور دینی مسائل کو ترویج دی۔

آپ کے علمی کارناموں میں آپ کے شیخ حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ تصنیف آپ کے مسائل اور ان کا حل کی دس جلدوں کی تخریج وترتیب شامل ہے جو

امید ہے عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہوکر منظر عام پر آجائے گی۔

سوئے جنت

حضرت مولانا مفتی سعید احمد جلالپوری شہیدؒ کی تقریر وتحریر سے امتِ مسلمہ کو بیداری، نوجوانوں کی اصلاح وتربیت اور دینِ حق کو مضبوطی نصیب ہوئی۔ آپ کی پُرمغز تحریروں سے حفاظتِ دین، حفاظتِ مسلک، حفاظتِ وطن اور تحفظ نظریہ پاکستان کی دولت نصیب ہوئی۔ زید حامد جیسے کئی ایک فتنہ گروں کی نیند آپ کی تعلیمات کی بدولت اڑ چکی تھیں۔ مغربی استعمار اور اس کے ایجنٹ بھی مولانا کی شب وروز کی مساعی سے تلملا اٹھے۔ آپ کو راستے سے ہٹانے کے لیے بین الاقوامی اور مقامی سازشیں تیز تر ہوگئیں۔ آپ کو دھمکی آمیز کالوں اور پیغامات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ آپ بھی ہمیشہ کے لئے اپنے مشائخ کے راستے پہ چلتے ہوئے نبیین، صدیقین، شہداء اور صالحین کی رفاقت اپنے لئے پسند فرماچکے تھے، اس لئے وہ ان تمام خطرات کو بھانپ جانے کے باوجود پُرسکون اور مطمئن رہے، بلکہ استعداد لیوم المعاد میں مصروف ہوگئے، یعنی اپنے آپ کو حق تعالیٰ کے سامنے پیش کرنے کے لئے تیاری میں مصروف ہوگئے۔

شہادت سے ایک ماہ قبل جنوبی پنجاب کے تین جامعات کے سالانہ شوریٰ کے اجلاس کے سلسلہ میں تشریف لائے۔ مورخہ ۸؍فروری کو جامعہ مدنیہ بہاولپور، ۹؍فروری کو جامعہ حسینیہ علی پور اور ۱۰فروری کو جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے اجلاس میں شرکت فرمائی۔ اس دوران دوشب آپ کا قیام جامعہ فاروقیہ شجاع آباد کے مہمان خانہ میں رہا۔ آپ کے ساتھ احقر کا کافی وقت خلوت میں گزرا، کئی معاملات میں حضرت سے مشاورت بھی ہوئی۔ حضرت نے بھی شفقتاً اپنے کچھ احوال بتلائے۔ اس دوران ایک خواب کا بھی ذکر فرمایا اور یہ خواب اس سے قبل بھی وہ ایک مرتبہ احقر کو بیان کرچکے تھے، فرمایا کہ خواب میں حضرت مولانا مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ سے ملاقات ہوئی۔ فرمانے لگے آؤ آپ کو جنت کی سیر کرائیں۔ چنانچہ ہم دونوں نے جنت میں سیر شروع کردی۔ فرمایا کہ یہ خواب پوری شب پر محیط تھا اور ہم پوری رات خواب میں جنت کی سیر کرتے رہے، ہم دونوں مزے مزے سے جنت میں پھرتے رہے اور خوش گپیوں میں مصروف رہے۔ میں نے مفتی محمد جمیل خان شہیدؒ سے پوچھا، بھائی وہ ہمارے حضرت لدھیانوی شہیدؒ کہاں ہیں؟ وہ تو آپ سے قبل یہاں آئے تھے؟ مفتی صاحب نے فرمایا حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ کا گھر ابھی

بہت آگے ہے۔ ہم دونوں چلتے چلتے بہت آگے چلے گئے۔ اچانک مجھے مفتی محمد جمیل خان نے فرمایا وہ سامنے اس گھر میں مولانا لدھیانوی شہیدؒ تشریف فرما ہیں۔ میں آگے بڑھا اور دروازہ کھول کر اندر جانے لگا، اتنے میں مفتی صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، فرمایا ابھی اندر جانے کی اجازت نہیں ہے۔

آپ کو اس خواب کے ذریعے جنت میں حضرت لدھیانوی شہیدؒ کے پاس پہنچنے کا اشارہ دے دیا گیا تھا، مولانا جلال پوری شہیدؒ تو اپنے شیخ کے پاس جانے کے لئے تیار تھے لیکن ابھی چونکہ زندگی کے ایام باقی تھے اس لیے ہاتھ پکڑ کر منع کر دیا گیا، جونہی وہ وقت پورا ہوا، مولانا جلالپوری شہیدؒ اپنے شیخ ومرشد کے پاس جا پہنچے۔

مولانا جلال پوری شہیدؒ کے بڑے بھائی جناب محمد علی صاحب کا بیان ہے کہ شہادت سے کچھ روز قبل مجھے فون پہ فرمایا کہ دھمکیوں کا سلسلہ جاری ہے، دعا فرمائیں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ جلال پور تشریف لے آئیں اور کچھ روز یہیں قیام فرمالیں۔ ارشاد فرمایا کہ لوگ شہادت کی آرزو کیا کرتے ہیں، میں بھاگ کر یہاں کیسے آجاؤں؟

حضرت شہیدؒ کے بڑے داماد اور بھتیجے مولانا محمد انس صاحب کا بیان ہے کہ شہادت سے تین روز قبل مجھے خلوت میں بلایا، کچھ وصیتیں فرمائیں اور کچھ نصیحتیں، ہدایات ارشاد فرمائیں، معاملات سمجھائے۔ تقویٰ کا یہ عالم کہ گھر کی اشیاء کے بارے میں بھی وضاحت فرمائی، فلاں چیز میری ہے اور فلاں چیز آپ کی چچی جان کی۔ گاڑی اور ڈرائیور تک کے معاملات سے مطلع فرمایا اور اپنی شہادت کی پیشگی اطلاع دی۔

شہادت سے کچھ ایام قبل اپنے بڑے صاحبزادے حافظ محمد حذیفہ شہیدؒ کو جو جامعہ اسلامیہ باب العلوم کہروڑ پکا میں زیر تعلیم تھے فون کر کے کراچی بلوایا۔ تقدیر میں حضرت کے سفر آخرت کی رفاقت کے لئے بڑے صاحبزادے، خدمت گزار مزاج شناس شاگرد مفتی فخر الزمان شہیدؒ اور باوفا مرید جناب عبدالرحمٰن شہیدؒ کا نام لکھا جا چکا تھا، اس لیے تدبیریں بنتی چلی گئیں اور یہ نورانی وروحانی قافلہ مورخہ ۱۱؍مارچ ۲۰۱۰ء بروز جمعرات مسجد خاتم النبیین محبت الٰہی میں مجلسِ ذکر کے لئے روانہ ہوا۔ حضرت شہیدؒ نے اپنے اور متعلقین کو روح کی غذا بہم پہنچائی اور حق تعالیٰ سے دست بدعا ہوئے، نہ جانے اس دعا میں حضرت نے جلد وصالِ حق بھی اللہ سے مانگ لیا ہوگا، نمازِ عشاء سے فراغت کے بعد جونہی قافلہ گلی سے سڑک پہ پہنچا، درندہ صفت، شقی القلب، دارین کے مغضوب و

ملعون اور قہر خداوندی کے مستحق بدبختوں نے شیطان مردود کا آلہ کار بنتے ہوئے گولیوں کی بوچھاڑ کر دی۔ جس سے مذکورہ بالا جملہ حضرات شہادت کے اعلیٰ منصب پہ فائز ہوکر ملاء اعلیٰ میں جا پہنچے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ البتہ آپ کے ایک رفیقِ سفر زخمی ہوگئے۔

رات ساڑھے دس بجے کے بعد عزیزم مولانا محمد انس صاحب سلّمہٗ اللہ تعالیٰ نے اس حادثہ فاجعہ کی اطلاع دی۔ اللہ تعالیٰ نے اگلے روز جمعۃ المبارک کے بعد بنوری ٹاؤن میں شہداء کے جنازے میں شرکت کی سعادت نصیب فرمائی۔ آپ کو شہادت کے ساتھ لیلۃ الجمعہ کی موت اور یومِ جمعہ کے دفن کی فضیلت بھی حاصل ہوگئی۔ حدیث مبارک ہے ''جو شخص جمعرات کو فوت ہوا وہ فتنۂ قبر سے محفوظ رہے گا۔'' (مشکوٰۃ) جنازہ میں ہزاروں علماء، مشائخ، صلحاء، طلباء اور عام مسلمانوں نے شرکت فرمائی۔ **رحمهم الله تعالیٰ رحمةً واسعةً**

الباقیات الصالحات

حضرت شہیدؒ نے اپنے جملہ دینی اداروں، تصانیف، مضامین، ہزاروں تلامذہ و مریدین کے ساتھ اپنے لئے صدقہ جاریہ کے طور پر اپنی صابرہ شاکرہ وفادار بیوہ جو صاحبِ نسبت اور صاحبِ جذب بزرگ حضرت قاری شیر محمد رحمہ اللہ خلیفۂ مجاز حضرت مولانا محمد عبداللہ بہلویؒ و حضرت مولانا محمد موسیٰ جلال پوریؒ کی صاحبزادی ہیں۔ ایک حافظ قرآن صاحبزادہ، چھ صاحبزادیاں جن میں چار حافظات اور عالمات ہیں، دو بہنیں اور چار بھائی چھوڑے ہیں۔ **اللهم اغفر لهم وارحمهم وعافهم . آمین یا رب العالمین**

❁ ❁ ❁

تبصرہ

(۱)

نام کتاب: **فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، جلد ۱۳، ۱۴، ۱۵**
ازافادات: مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی عزیزالرحمٰن صاحب عثمانیؒ
مرتب: مولانا مفتی محمدامین پالن پوری
ناشر: مکتبہ دارالعلوم دیوبند

دارالعلوم دیوبند کی علمی، عملی ودینی خدمات برصغیر میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ اس ادارہ کے فیوض وبرکات اوراس کے خوش آئند اثرات امت مسلمہ پر نمایاں وظاہر ہیں۔ مفکراسلام جناب مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ دارالعلوم دیوبند کے متعلق اس طرح رقم طراز ہیں دارالعلوم دیوبند برصغیر میں مسلمانوں کی ایک ایسی درسگاہ ہے جوفرنگی اقتدار کے بڑھتے ہوئے طوفان کا مقابلہ کرکے منصۂ شہود پرجلوہ گر ہوئی تھی، یہ دین وتقویٰ اورعلم وعرفان کی ایک ایسی جلوہ گاہ ہے جس نے مسلمانوں کے دلوں کو جگایا اورایسے فرزندان توحید پیدا کئے جوآسمان دین ودانش کے ماہ وانجم بن کرآج بھی قلوب انسانی پرضوفشاں ہیں۔

فروغ مغربیت کےاس دور میں ایمان وعقیدے پرصرف خارجی حملے ہی نہیں ہورہے ہیں بلکہ داخلی فتنے بھی کہیں دشت سے سرابھار کر پراگندگی وانتشار پیدا کررہے ہیں۔ اورامت کا شیرازہ بکھیرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ دارالعلوم دیوبند نے ایسے افراد تیار کئے جنھوں نے ہرمحاذ پراور ہرفتنے کی سرکوبی میں سرگرم عمل رہے، اورحق وباطل میں فرق وامتیاز برقرار رکھنے میں کامیاب جدوجہد کی۔ بفضل رب جلیل دارالعلوم کی خدمات کے وسیع دائرے میں نہایت قابل توجہ ولائق اعتناء اس کی فقہی خدمات ہیں، اس شعبہ سے ایمان وعقیدے کے بارے میں اس کی فکرنمایاں ہوتی ہے۔ اورمزاج ومسلک کی تعیین ہوتی ہے۔ اس کی اصابت فکروعمل اور پابندقرآن وسنت ہونے کی بناپرامت کے سواداعظم نے اس پراعتماد کیا اوراپنے دینی ودنیاوی معاملات میں اس سے شرعی رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ دارالافتاء کی یہ وسیع خدمات ذخیرۂ تحریر میں محفوظ ہیں یہ

اہم ضرورت بلکہ علمی دینی فریضہ ہے کہ ان فتاویٰ کو مرتب کرکے کتابی اور دوسری جدید عصری شکلوں میں محفوظ کردیا جائے۔ چنانچہ حکیم الاسلام حضرت اقدس مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانۂ اہتمام میں حضرت والاؒ کی زیرنگرانی جناب مولانا مفتی ظفیر الدین صاحب مفتاحی فتاویٰ دارالعلوم کی ترتیب کی خدمات انجام دیتے رہے۔ اس طرح دارالافتاء میں محفوظ یہ فتاوے ''فتاویٰ دارالعلوم'' دیوبند کے نام سے بارہ جلدوں میں مرتب ہوکر شائع ہوگئے۔ جن میں ''کتاب الطہارت'' سے ''کتاب اللقطہ'' تک کے مسائل ہیں۔ کتاب اللقطہ سے آگے ترتیب کا کام کافی دنوں سے موقوف تھا، اب مولانا بدرالدین اجمل صاحب رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند دامت برکاتہم کی تحریک اور موقر اراکین مجلس شوریٰ کی تجویز پر کتاب اللقطہ سے آگے ترتیب فتاویٰ کا کام دوبارہ بحمداللہ شروع ہوگیا ہے۔ مولانا مفتی محمد امین صاحب پالن پوری نہایت محنت، عرق ریزی اور توجہ کے ساتھ معتبر اور باصلاحیت معاونین کے تعاون سے اسے ترتیب دے رہے ہیں، بحمداللہ اب تک تین جلدیں مرتب ہوکر شائع ہوچکی ہیں۔ پہلی جلد۔ شرکت، تقسیم مضاربت اور وقف کے مسائل کے انتخاب پر مشتمل ہے تعداد فتاویٰ: ۹۰۲ اور صفحات: ۵۴۲ ہیں۔ دوسری جلد میں وقف کے بقیہ مسائل آداب مساجد، آداب قرآن، احکام قبرستان، خرید وفروخت کے مسائل، سود وقمار اور بیمہ کے احکام ہیں تعداد فتاویٰ ۹۵۰ اور تعداد صفحات: ۵۱۲ ہیں۔ تیسری جلد: قرض، قضا وحکم، شہادت، وکالت، دعویٰ اقرار، صلح، دیت، عاریت، ہبہ، اجارہ، غصب، شفعہ، مزارعت وذبیحہ وشکار اور قربانی وعقیقہ کے مسائل کے جوابات پر مشتمل ہے۔ تعداد فتاویٰ: ۱۲۲۳۔ تعداد صفحات: ۶۲۸ ہیں۔

فاضل مرتب نے فتاویٰ کی تبویب کے ساتھ مکررات کو حذف کیا، بعض نامکمل حوالوں کی تکمیل کی، اور آیات واحادیث کی تخریج کی ہے۔ تاکہ اصل مخارج تک رسائی آسان ہوجائے، عربی وفارسی عبارتوں کا ترجمہ اور مشکل اور اصطلاحی الفاظ کے معانی ومطالب بیان کرکے آسان اور عام فہم بنادیا ہے کاغذ اور طباعت معیاری ہے۔ کتابت کمپیوٹر سے ہوئی ہے۔ نہایت صاف عمدہ اور دلکش، جلدیں بہت خوبصورت، حجم نہایت مناسب کہ نازک طبع افراد بھی کتاب کے اٹھانے میں گرانی محسوس نہ کریں فاضل مرتب لائق صد تعریف ودعاء ہیں کہ ان کی محنت شاقہ نے اس مجموعہ کے افادہ کو عام کردیا، لہٰذا اب صرف شعبہ افتاء، مفتیان کرام، اور علماء عظام ہی نہیں بلکہ ہر خاص وعام اس سے استفادہ کرسکتا ہے بلکہ کرنا چاہئے۔

(۲)

نام کتاب: **مقالات حبیب**
مولف: مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی
ناشر: شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند

مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی دارالعلوم دیوبند میں استاذ حدیث کی حیثیت سے درس و تدریس کے فرائض انجام دے رہے ہیں آپ کا شمار ذی استعداد اور باصلاحیت اہل علم میں ہوتا ہے۔خصوصیت سے آپ کا درس نہایت مقبول ہے۔تدریس کے علاوہ تحریری صلاحیت بدرجہ کمال حاصل ہے زودنویس اور بسیارنویس ہیں اس کے باوجود مقالات علم و تحقیق کے معیار سے ساقط نہیں ہوتے ایک طویل عرصہ سے آپ ماہنامہ دارالعلوم کے مدیر ہیں۔اس کے علمی و تحقیقی معیار کو بلندرکھنے میں آپ کی صلاحیتوں کا بڑا دخل ہے ''مقالات حبیب'' تین حصے (جلدیں) اور چھ باب پر مشتمل ہے الگ الگ مختلف موضوعات پر علمی وفکری مضامین کا مجموعہ ہے جس میں علم و تحقیق کے ساتھ ساتھ زبان وادب کی نزاکتوں کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہے جس کی بنار پر مقالات ادبی حیثیت کے حامل ہوگئے۔حصہ اوّل مندرجہ ذیل مقالات پر مشتمل ہے:

باب اوّل: ''ہندوستان میں احیاء علم وفکر''، باب دوم: ''صحابۂ کرام کی منفردانہ عظمت شان'' باب سوم: ''فرق باطلہ کا تعاقب'' حصہ دوم، باب چہارم: مسائل و دلائل'' حصہ سوم، باب پنجم: ''گوشہ سیرت وتاریخ'' باب ششم: ''تذکرۂ ارباب فضل وکمال'' ہر باب میں ذیلی عنوانات کے تحت متعدد مضامین تحریر کیے گئے ہیں۔اور بعض موضوعات پر سیر حاصل اور پرمغز بحث کی گئی ہے اہل علم واصحاب فضل وکمال کی تقاریظ اور کلمات بابرکات نے کتاب کی اہمیت اور مرتبہ کو مزید بلند کردیا ہے۔شیخ الہند اکیڈمی دارالعلوم دیوبند کی طرف سے کتاب شائع ہوئی ہے۔کتابت و طباعت معیاری ہے۔امید ہے کہ اہل علم کے حلقہ میں یہ مقالات تحسین کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔

❁ ❁ ❁